ماہنامہ
اخبار احمدیہ
جرمنی
اکتوبر 2020ء　جلد نمبر 21　شمارہ نمبر 10

پاکستان کے احمدیوں کے لیے

دعا کی خصوصی تحریک

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ اکتوبر 2020ء میں پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی آج کل بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مولویوں اور حکومت کے اہلکاروں کے شرّ سے محفوظ رکھے۔ وہاں پر مخالفت کی شدید لہر آئی ہوئی ہے۔ قانون کے محافظ نہ صرف یہ کہ انصاف کو نہیں جانتے بلکہ اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ اور جو مولوی کہتا ہے اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ شاید اپنی جان بچانے کے لیے۔ شاید ان کا خیال ہے کہ ان کو اسی طرح سیاسی استحکام مل جائے۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہی چیز ان کی تباہی کا ذریعہ بنے گی۔ ہم تو پہلے بھی ان تکلیفوں سے گزرتے رہے ہیں۔ اب بھی ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی مدد سے گزر جائیں گے۔ لیکن اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کی تباہی یقینی ہے۔ پس احمدی آج کل بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ مشکلات دور فرمائے۔ خاص طور پر پاکستان میں رہنے والے احمدی اور پاکستان سے آئے ہوئے باہر رہنے والے احمدی بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت جلد آئے اور ان مشکلات سے وہاں کے رہنے والے احمدی چھٹکارا پا سکیں“۔ (الفضل انٹرنیشنل لندن 2/ اکتوبر 2020ء آن لائن)

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو حضورِ انور کے ارشاد کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنے اور دعائیں کرنے کی توفیق دے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادا ریہ

اَمن اَست در مکانِ محبّت سرائے ما

کسی بھی معاشرہ کی ترقی وخوشحالی، امن وسکون اور سلامتی اس میں بسنے والے افراد کے رویہ پر منحصر ہوتی ہے۔ اس رویہ کا بنیادی پہلو باہمی تعلق ہے جس کے نتیجہ میں افراد کے درمیان باہمی شناسائی ہوتی ہے،ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی فضا بنتی ہے اور یہی تعلق ترقی کرتے کرتے اُخوّت و محبّت میں ڈھل کر معاشرہ کے امن وسکون کی ضمانت بن جاتا ہے۔

دین اسلام جو دراصل امن و سلامتی کا پیغام ہے ساری دنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانا،اس کا اصل مقصد ہے۔ چنانچہ اس کے لئے باہمی اُخوّت و محبّت کی تعلیم دیتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کثرت کے ساتھ ہوا ہے۔اور شارعِ اِسلام حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ نے اس قرآنی تعلیم کی روشنی میں اپنے صحابہ کی عملی تربیت فرمائی اور اسی تربیت کے نتیجہ میں صفحہ ہستی پر ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس کا نقشہ قرآن کریم میں فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے) کے الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ اس معاشرہ کے افراد کو رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (آپس میں بے انتہاء رحم کرنے والے) کا لقب عطا کیا گیا اور اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ کی حقیقت بتا کر ہمیشہ صلح جوئی کی نصیحت کی گئی ہے۔ ان کی سیرت بیان کرتے ہوئے عرش سے خدائے علیم وخبیر نے گواہی دی کہ یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِھِمۡ وَ لَوۡ کَانَ بِھِمۡ خَصَاصَۃٌ (وہ خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی)۔ الغرض نورِ نبوت سے منوّر ہو کر نجوم کی طرح چمکنے والے ان صحابہ کرام نے اُخوّت و محبّت کی ایسی بے نظیر داستانیں رقم کیں جو فَبِاَیِّھِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اھۡتَدَیۡتُمۡ کے مطابق ہمیشہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی حضرت امام مہدی کی بعثت کے وقت بھی ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘ کے مصداق ایک جماعت قائم ہوئی۔ اس جماعت میں بھی ویسے ہی اُخوّت و محبّت کے واقعات ظاہر ہوئے جیسے قرونِ اُولیٰ میں ہو چکے ہیں۔ مسیح پاک نے اپنی بیعت کے شرائط میں ایک شرط اعلیٰ درجہ کے عقدِ اُخوّت قائم کرنے کی رکھی۔

چنانچہ آپ علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے عشّاق نے اس شرط بیعت کو بھی اس طرح حرزِ جان بنایا کہ قرون اُولیٰ کی یادیں تازہ ہوگئیں۔عقدِ اُخوّت میں اس اعلیٰ درجہ تک پہنچے کہ خود ان کے آقا نے انہیں اخی، اخویم اور حِبّی فی اللہ کے القاب سے نوازا۔ اور اس زمانہ میں بھی ایسا پرسکون معاشرہ وجود میں آیا کہ اس کی آغوش میں آنے والے مہر سنگھ سے بھائی عبدالرحیم صاحبؓ اور ہریش چند سے بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ کہلائے۔

’’جماعت احمدیہ کی خواہش اور مشن یہی ہے کہ ساری دنیا ایسے پر امن و پرسکون معاشرہ میں تبدیل ہوجائے۔ اسی مقصد کے لئے ہمارے امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بار بار فرمارہے ہیں کہ: ’’دُنیا کے امن اور سلامتی کی ضامن اسلامی تعلیم ہے جو اسلام سے پہلے نہ کسی مذہب نے پیش کی، نہ ہی کسی موجودہ زمانہ کے فلسفے اور ازم اور نظام میں موجود ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہی ہے جو امن اور سلامتی اور محبّت کی ضمانت ہے‘‘۔ (اختتامی خطاب جلسہ سالانہ یوکے 2015ء صفحہ 14)

لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ

اخبار احمدیہ
ماہنامہ جرمنی

صفر/ربیع الاوّل 1442ہجری قمری　اکتوبر 2020ء　جلد نمبر 21　شمارہ نمبر 10　اخاء 1399ہجری شمسی

فہرست مضامین

04 قال اللہ جلّ جلالہٗ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

05 تبرکات

06 نظم: طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

07 خطبہ جمعہ: آملی اُلفت سے اُلفت، ہو کے دو دِل پر سوار

15 چراغ اخوّت کی ضیاء پاشیاں

18 ایک اہم اسلامی تعلیم: تحکیم

19 ہجری شمسی کیلنڈر کا دسواں مہینہ ''اخاء''

21 سیرت حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

25 انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟ مذہب یا دہریت

30 اطاعت کس کی اور کیوں کی جائے؟

33 تحریک جدید

36 جرمنی میں احمدیہ مشن کا احیائے نَو

38 بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلانات وفات)

39 عائلی زندگی کے اسلامی تصوّر کا مغربی طرز زندگی سے موازنہ

43 جرمنی میں تبلیغ اسلام

45 طنز و مزاح: چار پائی اور کلچر

46 ملکی و عالمی خبریں

47 قارئین کی آراء

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارہ جات مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں
https://www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیر

محمد انیس دیالگڑھی

معاونین

سلطان احمد قمر، مدبّر احمد خان، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِورق

احسان اللہ ظفر

مینیجر

سید افتخار احمد

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

33

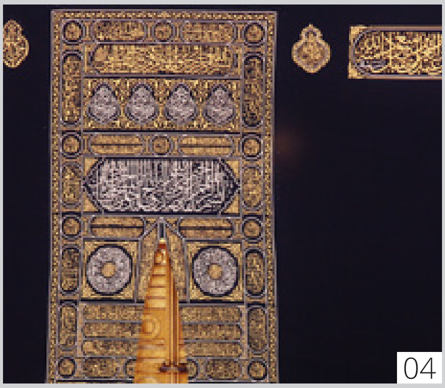
04

07

36

15

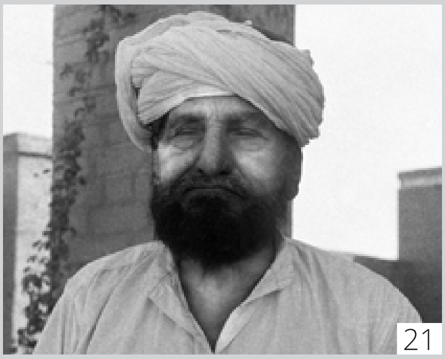
21

45

37

46

43

قال اللہ جلّ جلالہٗ

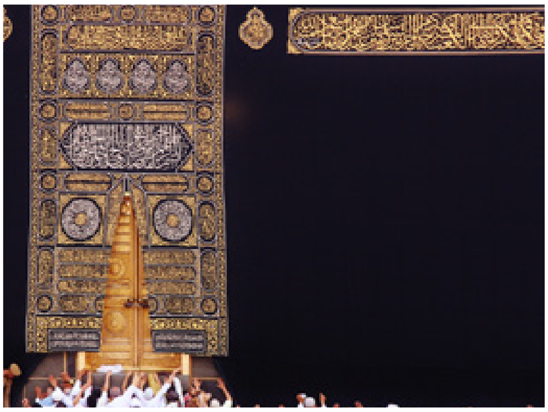

وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ
بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ

(اٰل عمران:104)

اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا، أَخْبَرَہُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:
"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَظْلِمُہُ وَلَا یُسْلِمُہُ، وَمَنْ کَانَ فِی حَاجَۃِ أَخِیْہِ
کَانَ اللّٰہُ فِی حَاجَتِہِ"

(صحیح بخاری، کتاب الاکراہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے نہ اُس کو ظالم کے ہاتھ میں چھوڑ دے اور جو شخص بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں اور مرادیں بر لائے گا۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"آپس میں اُخوّت و محبّت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 175-174 مطبوعہ قادیان 2010ء)

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبّت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں۔ اور اس کے لیے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔“

(شہادت القرآن۔ روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

”پس تمام کتاب پر ایمان و عمل موجب نجات ہے۔ اس آیت میں اللہ نے بتا دیا ہے کہ ایک ہندو ایک عیسائی ’ایک چوہڑا‘ ایک چمار جب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے اور یوم آخرت کا قائل ہو جاتا ہے تو وہ مسلمان بنتا ہے اور پھر تم سب ایک ہو جاتے ہو۔ یہ اُخوّت اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ شرفائی، حکمائی، غربائی، ایک صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس فرمانبرداری کا نتیجہ بھی بتا دیا کہ وہ لا خوف و لا یحزن زندگی بسر کرتا ہے۔“

(خطبات نور صفحہ 625)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

”مَیں اپنی جماعت کو خاص طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ محبّت و اخلاص کو آپس میں بڑھاؤ کہ ہر شخص دوسرے کے معاملات کو اپنے معاملات ہی محسوس کرے۔۔۔۔۔۔ تم ایسے رشتہ دار بنو جیسے رسولِ کریمؐ کے زمانہ میں صحابہ تھے۔ اس زمانہ میں تم نے مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے تم لوگ آپؑ سے وابستہ ہو۔ پس جو رنگِ محبّت آپ میں دیکھا ہے وہ پیدا کرو اس سے زیادہ اور واضح مثال کیا ہو سکتی ہے۔ پس یہ اساسِ ایمان ہے جب تک اُخوّت نہیں ایمان بھی نہیں۔ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا کے یہی معنی ہیں۔ اُخوّت مومن کی علامات میں سے ہے۔ ایمان اور اُخوّت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں۔ اس کو یاد رکھو کہ آپس میں اُخوّت کے تعلقات کو بڑھاؤ اور جب تک اس پر عمل نہ کرو گے آگے قدم نہیں اُٹھا سکو گے۔“ (خطبات محمود جلد 6 صفحہ 412)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں

”اسلام نے الفت و اُخوّت اسلامی کو ایک بنیادی چیز قرار دیا ہے۔ کوئی ایسا کام ایک احمدی مسلمان کو نہیں کرنا چاہئے جو اللہ کی محبوب اجتماعی ہیئت کذائی پر برے رنگ میں اثر انداز ہو۔ ہر کام ایسا ہونا چاہئے۔ جو خدا تعالیٰ کی محبّت کو زیادہ جذب کرنے والا اور اس اتحاد اور الفت اور اُخوّت کو زیادہ مضبوط بنانے والا ہو اور اس حقیقت کے باوجود کہ سب ایک جان ہو گئے یہ بھی ضروری ہے کہ جذبہ مسابقت پایا جائے۔“

(خطبات ناصر جلد 4 خطبہ جمعہ فرمودہ 15/دسمبر 1972ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے اس زمانے میں ہم نے ان کے اندر ایک زندگی پائی۔ وہ زندگی جو ہمیشہ سے تھی مگر لوگ مردہ تھے جن پر وہ اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے ہم نے اسے زندہ محسوس کیا اور اسی زندگی سے ہمارے محبّت کے رشتے زندہ ہو گئے، ہمارے دل دوبارہ دھڑکنے لگے، ہم میں اجتماعیت کا احساس پیدا ہوا۔ یہ جب تک زندہ رہے گا ہم دنیا کو امتِ واحدہ بناتے رہیں گے۔ یہ طاقت ہمیں خدا سے نصیب ہوئی ہے، کوئی دنیا کی طاقت، یہ طاقت ہم سے چھین نہیں سکتی۔ راز اس کا وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کو سمجھیں، اس پر قائم ہو جائیں تو آپ کے اندر مزید مقناطیسی طاقتیں پیدا ہوں گی اور آپ بڑی قوت کے ساتھ نئے آنے والوں کو اپنے ساتھ کھینچیں گے اور یہ اجتماعیت کا دائرہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اللہ کرے کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نصیحتوں کو سمجھنے اور حرزِ جان بنانے یعنی جان میں ایک سب سے پیارا وجود سمجھنے کی طاقت عطا فرمائے، آمین۔“

(خطبات طاہر جلد 13 صفحہ 433-434۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 10/جون 1994ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”اللہ کرے کہ ہم آپس کے تعلقات میں محبّت و مودّت کے جذبات اور ایک دوسرے کے لئے رحم کو بڑھانے والے ہوں۔ وہ جماعت بن جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جس طرح اُن کی خواہش تھی آپ ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ دنیا کے امن کی بھی جماعت احمدیہ ضمانت بن جائے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مان کر آپس کے پیار و محبّت اور مودّت کی اہمیت کو سمجھنے والے بن جائیں۔“

(خطبات مسرور جلد 11 صفحہ 135۔ خطبہ جمعہ یکم مارچ 2013ء)

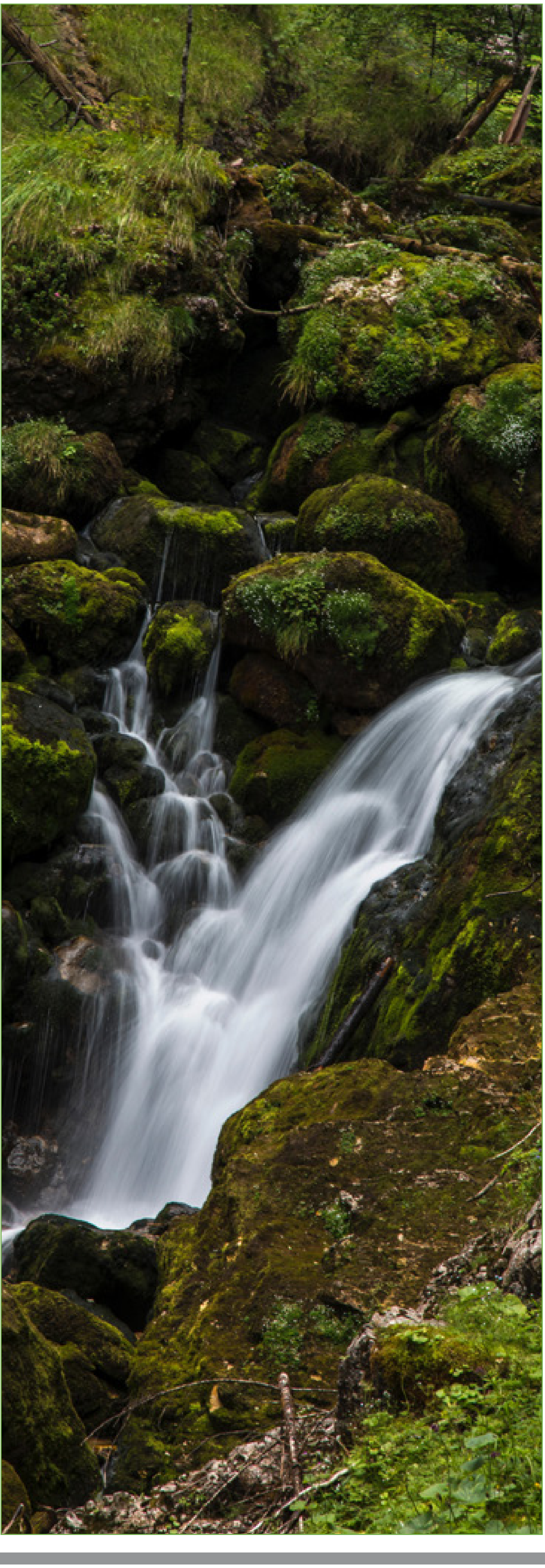

طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

واہ رے باغِ محبّت موت جس کی رہگذر
وصلِ یار اُس کا ثمر ، پَر اِرد گرد اس کے ہیں خار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دو سَتی
آ ملی الفت سے اُلفت ہو کے دو دِل پر سوار

دیکھ لو میل و محبّت میں عجب تاثیر ہے
ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبّت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

تِیر تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں
تِیر اندازو! نہ ہونا سُست اس میں زینہار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

(انتخاب از مناجات اور تبلیغ حق۔ درثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

آملی اُلفت سے اُلفت، ہو کے دو دِل پر سوار

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضورؑ سے غیر معمولی محبّت اور اخوّت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی دسویں شرط میں اپنے سے تعلق اور محبّت اور اُخوّت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی قرار دیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو۔ یہ مقام آپ کی بیعت میں آنے کے بعد آپ کو دینا کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشقِ صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے۔ اسلامی تعلیم میں داخل ہونے والی بدعات کو دور فرما کر اسلام کی خالص اور چمکتی ہوئی تعلیم کو پھر سے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام اور مرتبے کی پہچان ہمیں کروائی اور بندے کو خدا تعالیٰ سے ملایا۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

”میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے“۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65-64)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور عشق میں فنا ہونا آپ کا خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا اور پہنچانے کا باعث بنا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو بھی اپنے تک پہنچنے کے ذریعہ میں شامل فرما کر آپ علیہ السلام سے تعلق اور محبّت کو اور اُخوّت کے رشتے کو ضروری قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبّت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبّت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبّت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبّت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے“۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

پس یہ مقام اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا۔ اِس وقت میں آپ علیہ السلام سے سچی محبّت کرنے والوں کے، آپ سے عشق کا تعلق رکھنے والوں کے کچھ واقعات پیش کروں گا۔

حضرت اللہ یار صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؑ کے ساتھ میری ملاقات بہت دفعہ ہمیشہ ہوتی رہی اور مجھے شوق تھا کہ حضورؑ کو ہاتھوں سے دبایا کرتا تھا۔ الہام

اور حضور کا کلام پاک سنا کرتا تھا (یعنی مجالس میں بیٹھ کے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض الہامات وغیرہ کا ذکر فرماتے تھے تو اُن کو سنا کرتا تھا)۔ اسی شوق میں مَیں قادیان ہجرت کر کے آیا (کہ ہمیشہ یہ باتیں سنتا رہوں) تو یہاں آ کر لکڑی وغیرہ کا کام شروع کیا carpentary کا)۔ میرے پاس کافی روپیہ تھا جو کہ خرچ ہوگیا اور جو لے کے آیا تھا وہ بھی خرچ ہو گیا اور پاس کچھ نہ رہا۔ پھر کہتے ہیں میں نے ایک دن حلوہ بنا کر بیچنا شروع کیا اور حضور کے بیت الدعا کے نیچے پکارا کہ تازہ حلوہ۔ حضرت امّ المؤمنین نے میری آوازوں کو سن لیا اور جانتی بھی تھیں۔ تو کہتی ہیں یہ ٹھیکیدار نے کیا کام شروع کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ "پروانے شمع پر گرتے ہیں اور کیا کریں؟" یہ اسی کام کے لئے یہاں آیا ہے۔ کچھ نہ کچھ تو انہوں نے گزارے کے لئے کرنا ہے۔ تو حضرت امّ المؤمنین نے فرمایا کہ ٹھیکیدار ہے۔ (شاید ان کے زمانے میں ٹھیکیداروں کے پاس گدھے تھے۔ جن سے سامان ادھر اُدھر لے جایا جاتا تھا کہ) گدھے لے کر باہر کیوں نہیں چلا جاتا؟ حضور نے فرمایا کہ وہ گدھے والا نہیں ہے۔ تو حضرت امّاں جان نے فرمایا کہ کسی کی نوکری کر لے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اتنا پڑھا لکھا بھی نہیں ہے۔ خیر یہ گفتگو ہوتی رہی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لکڑی کا کام ہی جانتا ہے وہی کر سکتا ہے۔ اُس میں خدا برکت دے۔ کہتے ہیں: مَیں نیچے یہ ساری باتیں سُن رہا تھا۔ اس کے بعد حضور نے مجھے بلایا کہ آپ کے پاس کچھ لکڑی ہے؟ تو مَیں نے عرض کی بیری کی ہے۔ پیپل کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مہمان خانے کے لئے چارپائیوں کے پائے چاہئیں۔ کیا پائے بن جاویں گے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اُسی وقت ایک مختار جو حضور کا تھا، اُس نے کہا کہ پیپل کے پائے زیادہ دیر نہیں چلتے۔ حضور نے فرمایا کہ جس کے لئے بنوانے ہیں وہ خود پیپل پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے بیکار پیدا نہیں کیا اور مجھے بیس جوڑی کا حکم دیا۔ (یعنی کسی کارکن نے کہا کہ نہ بنوائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جو ہے بنا دو۔ یعنی دونوں طرف سے یہ تعلق قائم تھا۔)

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 53-52 روایت حضرت اللہ یار صاحبؓ)

پھر حضرت ملک خان صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں 1902ء میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان دارالامان میں آیا۔ یہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ جب ہم آئے، اُسی دن بیعت کی یا دوسرے دن۔ ہاں یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد ہم بیعت کے لئے پیش ہوئے۔ حضرت شہید مرحوم رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اور پھر دوسرے نمبر پر خاکسار نے ہاتھ رکھے۔ بیعت کرنے کے بعد اس خاکسار نے غالباً دو تین یوم قادیان دارالامان میں گزارے ہوں گے کہ شہید مرحوم نے مجھے فرمایا کہ

> جو لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ نہیں سکتے، جن کے چھوڑنے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، جیسے حقہ نوشی، افیم، بھنگ، چرس وغیرہ تو ایسا آدمی بڑی باتوں کو کس طرح چھوڑ سکے گا

مَیں نے رؤیا دیکھی ہے کہ آپ کو خوست کے حاکم تکلیف دیں گے۔ اس لئے تم فوراً واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں دو تین یوم بعد واپس چلا گیا۔ میرے ساتھ ایک مُلّا سپین گل صاحب بھی واپس چلے گئے۔ شہید مرحوم ہمیشہ فرمایا کرتے تھے (حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا یہ واقعہ ہے جو آپ سے عشق کا یہ بیان فرما رہے ہیں کہتے ہیں کہ فرمایا کرتے تھے) مَیں نے اپنے سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ یہ محض خداوند تعالیٰ کا فضل ہے۔ یعنی صاحبزادہ صاحب اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے سے بڑا اس وقت تک کوئی عالم نہیں دیکھا ورنہ میں اُس کے پاؤں چومتا۔ چنانچہ کہتے ہیں جب یہاں آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تو کہتے ہیں۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے شہید مرحوم کو دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں مبارک چومے۔ اس طرح جو فرمایا تھا اُس کی تصدیق فرمائی۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 82 روایت حضرت ملک خان صاحبؓ)

حضرت مولوی سکندر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قادیان میں آ کر رہنے سے پہلے بندہ یہاں آیا ہوا تھا۔ (یہ مستقل رہائش سے پہلے ایک دن یہاں آئے تھے) صبح سیر کے لئے حضرت اقدس تشریف لے گئے تو بندہ بھی ساتھ ہو لیا۔ کہتے ہیں بھینی بھانگر کے مقابلے پر بسراواں والے راستے جا رہے تھے کہ راستے میں جناب نے فرمایا کہ جو لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ نہیں سکتے، جن کے چھوڑنے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، جیسے حقہ نوشی، افیم، بھنگ، چرس وغیرہ تو ایسا آدمی بڑی باتوں کو کس طرح چھوڑ سکے گا جس کے چھوڑنے سے ماں باپ، بھائی برادر، دوست، آشنا ناراض ہوں۔ جیسے مذہب کی تبدیلی۔ (یعنی احمدیت قبول کرنا کس طرح برداشت کریں گے۔ اس کے بعد تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں) اگر ان چھوٹی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی تکلیفیں کس طرح برداشت کرو گے؟ کہتے ہیں کہ بندہ اُس وقت حُقّہ پیا کرتا تھا۔ اسی جگہ سنتے ہی قسم کھالی کہ حُقّہ نہیں پیوں گا تو اس طرح حقہ چھوٹ گیا۔ پہلے مَیں زور لگا چکا تھا اور نہیں چھوٹا تھا۔ (تو یہ وہ تعلق اور محبّت تھی جس نے مجبور کیا کہ اس برائی سے جان چھٹ گئی)۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 19-18 روایت مولوی سکندر علی صاحبؓ)

حضرت شکر الٰہی صاحب احمدی بیان کرتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابھی بچہ تھا، عمر تقریباً بارہ یا تیرہ سال کی ہوگی۔ دین سے بالکل بے بہرہ تھا۔ غالباً پرائمری کی کسی جماعت میں گورداسپور ہائی سکول میں تعلیم پایا کرتا تھا۔ اُس وقت مولوی عبد الکریم مخالف پارٹی کا مقدمہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ ہائی سکول کے شمال کی جانب بالکل متصل تالاب تحصیل والے کے رونق افروز ہوا کرتے تھے اور خاکسار مدرسہ چھوڑ کر آپ کی رہائش کے پاس کھڑا رہتا تھا اور آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا رہتا تھا۔ ایک آپ کے عاشق صادق کا نام بچہ ہونے کے باعث مَیں نہیں جانتا،

لیکن یہ کہتے ہیں اس بات پہ مجھے حیرت تھی کہ ایسے ایک عاشق صادق تھے آپ کے کہ اُن کے دائیں ہاتھ میں بڑا پنکھا پکڑا ہوا ہوتا تھا اور بڑے زور سے ہلاتے رہتے تھے۔ (دیر تک کھڑا رہتا، اُن کو دیکھتا رہتا اور پنکھا اسی ہاتھ میں رہتا اور وہ چلاتے رہتے۔ حیران ہوتا کہ ہاتھ تھکتے نہیں ہیں)۔ ہلاتے بھی آہستہ نہ تھے بلکہ بڑے زور سے جیسے بجلی کے کرنٹ زور سے ہلاتی ہے۔ کیونکہ موسم گرمیوں کا تھا۔ دوبارہ سہ بارہ آتا اور اُسی صاحب کو دیکھتا رہتا کہ کیا جادو ہے۔ پنکھا بڑا ہے اور سارا دن ایک ہی ہاتھ سے ہلا رہے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ وہ سچے عاشق تھے۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 113 روایت شکر الٰہی صاحب)

حضرت مدد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں مَیں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ (یہ فوج میں جونیئر کمیشن افسر کا ایک رینک ہوتا تھا) تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کرسکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھا اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدہٗ وہاں سے واپس آکر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ مَیں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آکر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی مَیں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہوگیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہوگیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہوگئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ مَیں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آجائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ

> جونہی یہاں آکر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی مَیں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں

کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہوگیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا وِرد یہ اختیار کر لیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا"۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 96-95 روایت مدد خان صاحب)

حضرت محمد اسماعیل صاحبؓ ولد مولوی جمال الدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مَیں قریباً بیس سال کا تھا کہ گورداسپور میں کرم دین جہلمی... کے مقدمے کا حکم سنایا جانا تھا۔ میں ایک دن پہلے اپنے گاؤں سے وہاں پہنچ گیا۔ وہاں پر ایک کوٹھی میں حضور علیہ السلام بھی اترے ہوئے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ادھر کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے اور وہاں پر میرے والد صاحب میاں جمال الدین صاحب، میاں امام الدین صاحب سیکھوانی اور چوہدری عبدالعزیز صاحب بھی موجود تھے۔ میں نے جا کر حضور کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ حضور نے میری طرف دیکھا اور میرے والد میاں جمال الدین صاحب کی طرف اشارہ کر کے مسکرا کر فرمایا کہ میاں اسماعیل نے بھی آکر ثواب میں سے حصہ لے لیا۔ حضور کا معمولی اور ادنیٰ خدمت سے خوش ہو جانا اب بھی مجھے یاد آتا ہے تو طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 150 روایت محمد اسماعیل صاحب)

حضرت شیخ اصغر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر حضرت اقدس علیہ السلام سے جب باہر سے آئے ہوئے دوست واپسی کی اجازت طلب کرتے تو بار بار آپ اُن کو جلدی جلدی آتے رہنے کی تاکید فرماتے اور بعض وقت فرمایا کرتے تھے کہ ابھی اور ٹھہرو۔ ایسے اصحاب کو جن کے متعلق حضور انور کو خیال ہوتا کہ وہ ابھی اور ٹھہرنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ (ہر ایک کو نہیں کہتے تھے، جن کے بارہ میں خیال تھا کہ یہ ٹھہر سکتے ہیں اُن کو فرماتے تھے کہ ابھی اور ٹھہرو۔) گویا دوستوں کو حضور انور سے جدا ہونا بہت شاق گزرتا تھا۔ ہر ایک دوست کو رخصت ہونے سے پہلے مصافحہ کرنے کی تاکید ہوتی تھی اور سب دوست مصافحہ کر کے اور اجازت حاصل کر کے واپس ہوا کرتے تھے۔ خواہ کتنی بھی دیر ہو جائے۔ مصافحہ کر کے اجازت حاصل کئے بغیر جانا جہاں تک مجھ کو علم ہے کبھی کسی کا نہیں ہوتا تھا۔ بعض دوستوں کے ساتھ ایسا واقعہ بھی ہوا کہ مصافحہ کی باری بہت دیر سے آئی اور جب روانہ ہوئے تو اُنہیں امید نہ تھی کہ وہ اسٹیشن پر گاڑی کے وقت پہنچ سکیں گے لیکن الٰہی تصرف سے حضور انور کی دعاؤں کی برکت سے کئی دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ گاڑی دیر سے بٹالہ پہنچی اور گاڑی پر چڑھ گئے۔ پھر اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ خود میرے ساتھ یہ واقعہ ہوا کہ ہم دیر سے چلے اور اس روز یکّہ بھی نہ ملا۔ ہم چند بھائی

تھے سب پیدل روانہ ہوئے۔ شاید ان دنوں چھ بجے کے قریب گاڑی بٹالہ آیا کرتی تھی اس پر سوار ہونے کا خیال تھا مگر بہت کم وقت معلوم ہوتا تھا۔ دعائیں بھی کرتے رہے اور خوب تیز رفتار چلے حتّٰی کہ کچھ راستہ دوڑتے بھی کاٹا۔ اللہ تعالیٰ نے خوب ہمت دی اور جب ہم تحصیل کے قریب والے حصہ میں پہنچے اور پتہ کیا تو پتہ لگا کہ گاڑی ابھی نہیں آئی اور پھر تھوڑی دیر بعد جب آئی تو ہم آرام سے سوار ہوئے۔ یہ محض حضرت اقدس کی توجہ کی برکت تھی۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 171، 172 روایت شیخ اصغر علی صاحب)

حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ ولد حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ فرماتے ہیں: خاکسار کی عادت تھی کہ جب کبھی بھی خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملتا یا حضور کا لیکچر سنتا تو خاکسار کاپی پینسل اپنے پاس رکھتا اور جب دیکھتا کہ حضور نے کوئی بات فرمائی ہے جو خاکسار کے نزدیک قابل عمل اور زندگی کے لئے مفید اور ضروری ہے تو خاکسار فوراً اُس کو اُس میں درج کر لیتا۔ (رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 71 روایت حضرت ماسٹر نذیر حسین صاحبؓ)

حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر ولد میاں عبدالستار صاحب فرماتے ہیں کہ: غالباً 1901ء یا 1902ء میں ایک نواب صاحب مع اپنے خادمان کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں قادیان آئے۔ ایک دن جبکہ مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر تھا، نواب صاحب کے دو اہلکار ایک سکھ اور ایک مسلمان آئے اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقے میں وائسرائے آنے والے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے تعلقات سے واقف ہیں۔ نواب صاحب کا منشاء ہے کہ چند روز کے لئے حضورؓ ان کے ہمراہ چلیں (یعنی خلیفہ اوّل کو کہا)۔ انہوں نے (حضرت مولانا نورالدین صاحب حضرت خلیفہ اوّلؓ نے) فرمایا کہ مَیں اپنی جان کا آپ مالک نہیں۔ میرا ایک آقا ہے اُس سے پوچھو۔ چنانچہ ظہر کے وقت میں مسجد مبارک میں ان ملازمین نے حضرت نبی اللہؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں ڈالیں انکار نہیں کریں گے۔ پانی میں ڈبوئیں تو انکار نہیں کریں گے۔ لیکن اُن کے وجود سے یہاں ہزاروں انسانوں کو فیض پہنچتا ہے۔ ایک دنیادار کی خاطر ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اتنے فیضان بند کر دیں۔ اگر ان کو (یعنی جو نواب صاحب تھے) زندگی کی ضرورت ہے تو یہاں رہ کر علاج کرائیں'' اور یہ نہیں ہے کہ وائسرائے صاحب آ رہے ہیں تو ان کی طرف چلے جاؤ، کیونکہ یہاں غریبوں کا فائدہ ہو رہا ہے اس لئے اولیت غرباء کی ہے۔ (آگے یہ حضرت خلیفہ اوّل کا اس پر جو ردّ عمل، اظہار تھا وہ روایت کرتے ہیں۔ ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اظہار تھا کہ پانی میں ڈالوں، آگ میں ڈالوں تو کود جائیں گے۔ خلیفہ اوّل کے اظہار کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ) اُسی دن بعد صلوٰۃ عصر حضرت خلیفہ اولؓ درس قرآن کے وقت فرمانے لگے (نمازِ عصر کے بعد جو درسِ قرآن تھا اُس میں فرمانے لگے) کہ آج مجھے اس قدر خوشی ہے کہ مجھ سے بولا تک نہیں جاتا۔ ایک میرا آقا ہے۔ مجھے ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ وہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ وہ میری نسبت ایسا خیال رکھتا ہے کہ اگر میں نورالدین کو آگ میں ڈالوں تو انکار نہیں کرے گا۔ پانی میں ڈبوؤں تو انکار نہیں کرے گا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 398-397 روایت حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر)

> اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں ڈالیں انکار نہیں کریں گے۔ پانی میں ڈبوئیں تو انکار نہیں کریں گے

حضرت ماسٹر ودھاوے خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ: ماسٹر اللہ دتہ صاحب ریٹائرڈ سکول ماسٹر حال قادیان محلہ دارالرحمت نے جبکہ وہ گوجرانوالہ میں قلعہ دیدار سنگھ (سکول) میں نائب مدرس تھے، مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان میں مَیں گیا ہوا تھا تو مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام احباب میں تشریف فرما تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی وہاں پر موجود تھے۔ حضور نے اُن کی طرف (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت حکیم مولانا نورالدین کی طرف) اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص میرا سچا عاشق ہے۔ اس کے بعد جب مسجد سے باہر آئے تو مولوی صاحب نے چوک میں وعظ کے رنگ میں بیان کیا کہ جس شخص کو اُس کا معشوق یہ کہہ دے کہ میرا یہ عاشق ہے اس کو اور کیا چاہئے؟۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 26۔ روایت حضرت ماسٹر ودھاوے خاں صاحبؓ)

حضرت ماسٹر مولا بخش صاحبؓ ولد عمر بخش صاحب فرماتے ہیں: ایک دفعہ یہاں (قادیان) آیا ہوا تھا۔ تعطیلات کے دو تین دن باقی تھے۔ میں حضور سے اجازت لے کر روانہ ہو کر جب خاکروبوں کے محلے کے باہر بٹالہ کے راستے پر چلا گیا تو آگے جانے کو دل نہ چاہا۔ وہیں کھیت میں بیٹھ گیا اور چلّا چلّا کر زار و زار رویا اور واپس آ گیا۔ (جانے کو دل نہیں کر رہا تھا، ایک بے چینی تھی اور بہرحال بیٹھ کر رو کے وہیں سے واپس آ گیا) موسمی تعطیلات ختم کر کے پھر گیا۔ یہ حضور کی محبّت کا اثر تھا۔ (رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 146-147 روایت حضرت ماسٹر مولا بخش صاحبؓ)

حضرت مولوی محب الرحمن صاحب بیان فرماتے ہیں کہ: مَیں حضرت والد صاحب کے ہمراہ ننانوے (1899ء میں) قادیان گیا۔ بٹالہ سے یکّے پر سوار ہو کر ہم قادیان پہنچے، جس وقت یکّہ مہمان خانے کے دروازے پر پہنچا تو والد صاحب یکّہ پر سے کود کر بھاگتے ہوئے چلے گئے۔ یکّے والے نے اسباب باہر نکالا (سامان نکالا) اور مَیں وہاں حیران کھڑا تھا کہ والد صاحب خلافِ عادت اس طرح کود کر بھاگ گئے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ تھوڑے عرصے میں حافظ حامد علی صاحب باہر آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ اسباب میاں حبیب الرحمن صاحب کا ہے؟ مجھ سے ہاں میں جواب سن کر وہ اسباب

مہمان خانے میں لے گئے اور مَیں بھی ساتھ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد والد صاحب واپس تشریف لے آئے۔ اگلے روز صبح کو بعد نماز فجر والد صاحب مجھے اپنے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان پر لے گئے۔ کمرے کے دروازے پر پہنچنے پر حضرت صاحب نے دروازہ خود کھولا۔ ہم اندر کمرے میں داخل ہوئے جو بیت الفکر کے ساتھ والا کمرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تخت پوش پر جس کے سامنے ایک میز رکھی تھی اور اس پر بہت ساری کتابیں تھیں، وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم دونوں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے جو قریب میں ہی تھی۔ والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بہت دیر تک باتیں کیں۔ اس کے بعد والد صاحب نے عرض کیا کہ میں محب الرحمن کو بیعت کے لئے لایا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا اس کی تو بیعت ہی ہے۔ (یعنی باپ نے کر لی تو اُس کے ساتھ ہی بچے بھی شامل ہو گئے، اس لئے بیعت تو پہلے ہی ہے) والد صاحب نے عرض کیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ بیعت کر لے تو دعاؤں میں شامل ہو جائے گا۔ فرمایا اچھا آج شام کو بیعت لے لیں گے۔ چنانچہ اُس دن شام کو بعد نماز مغرب خاکسار نے اور بھی بہت دوستوں کے ساتھ بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد پھر ایک نیا احساس پیدا ہوا ہے۔ کہتے ہیں اُس وقت مَیں سمجھا کہ والد اُس روز جس دن ہم پہنچے تھے، یکّے سے والہانہ طریق پر اتر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے ہی گئے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ یہ عشق و محبّت تھا جس نے انہیں بے چین کیا اور اترتے ہی سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ والد صاحب کا معمول تھا کہ قادیان پہنچتے ہی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور روزمرہ صبح کے وقت بھی علیحدگی میں حاضر خدمت ہوتے تھے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 85-84 روایت مولوی محب الرحمٰن صاحبؓ)

حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دفعہ میرے لڑکے عبدالمجید نے جس کی عمر اس وقت قریباً چار برس کی تھی۔ اس بات پر اصرار کیا کہ میں نے حضرت صاحب کو چمٹ کر یعنی ''جپھی'' ڈال کر ملنا ہے۔ اُس نے مغرب کے وقت سے لے کر صبح تک یہ ضد جاری رکھی اور ہمیں رات کو بہت تنگ کیا۔ صبح اُٹھ کر پہلی گاڑی میں اُسے لے کر بٹالہ پہنچا اور وہاں سے ٹانگے پر ہم قادیان گئے اور جاتے ہی حضرت صاحب کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ عبدالمجید آپ کو ملنا چاہتا ہے۔ گلے ملنا چاہتا ہے یا ''جپھی'' ڈالنا چاہتا ہے۔ (چھوٹا سا بچہ ہی تھا۔ چار سال عمر تھی) حضورؑ اس موقع پر باہر تشریف لائے اور عبدالمجید آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اُس نے ملاقات کی اور پھر وہ چار سال کا بچہ کہنے لگا کہ ''ہن ٹھنڈ پے گئی اے''۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 12 روایت حضرت حاجی محمد موسیٰ صاحبؓ)

حضرت میاں عبدالغفار صاحب جرّاحؓ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب سیڑھیوں سے تشریف لائے اور احمدیہ چوک میں آ کر کھڑے ہو

حضورؑ اس موقع پر باہر تشریف لائے اور عبدالمجید آپ کی ٹانگوں کو چمٹ گیا اور اس طرح اُس نے ملاقات کی اور پھر وہ چار سال کا بچہ کہنے لگا کہ ''ہن ٹھنڈ پے گئی اے''

گئے۔ مجھے یاد ہے کہ حضور نے اپنی سوٹی کمر کے ساتھ لگا کر اُس پر ٹیک لگائی۔ مَیں اُس وقت حضرت خلیفہ اول کے شفاخانے پر کھڑا تھا۔ مَیں نے حضور کو دیکھ کر اپنے والد صاحب کو کہا کہ بابا! حضرت صاحب آ گئے۔ والد صاحب نے کہا: اونچے مت بولو۔ لوگ آواز سن کر دوڑ آئیں گے اور جمگھٹا ہو جائے گا اور ہمیں حضور کی باتیں سننے کا لطف نہیں آئے گا۔ (یہ بھی عشق و محبّت کی باتیں ہیں کہ ہمارے درمیان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اور لوگ حائل نہ ہو جائیں یا زیادہ لوگ نہ آ جائیں، یا اتنے لوگ پہلے ہی اکٹھے ہو جائیں کہ ہم اُن تک پہنچ نہ سکیں)۔ چنانچہ کہتے ہیں وہ اٹھے۔ حضور سے مصافحہ کیا۔ حضرت صاحب نے میرے والد صاحب کو کہا کہ میاں غلام رسول! کوئی امرتسر کی باتیں بتایئے۔ والد صاحب نے کہا کہ حضور! لوگ درمیان میں اور باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ (جب مَیں غریب آدمی بولنا شروع کروں گا تو اَور لوگ آ جائیں گے۔ دوسری باتیں شروع کر دیں گے۔ میری باتیں بیچ میں رہ جائیں گی) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آج تمہاری ہی بات ہو گی اور کسی کی نہیں ہو گی۔ حضور اُس دن جس طرف محلہ دارالانوار ہے، سیر کے لئے تشریف لے گئے، جہاں اب حضرت صاحب کی کوٹھی بھی ہے۔ جب وہاں پہنچے تو خواجہ کمال الدین صاحب کے سسر خلیفہ رجب الدین صاحب نے کشمیری زبان میں کہا کہ اب خاموش ہو جاؤ۔ ہم نے بھی باتیں کرنی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آج میاں غلام رسول کی بات ہو گی اور کسی کی نہیں ہو گی۔ اُن کو بھی چپ کرا دیا اور باتیں مُلّانوں کے متعلق ہوتی رہی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ والد صاحب نے سنایا کہ میں حضور کے ساتھ امرتسر کے ایک مُلّاں کی بات کر رہا تھا کہ اُس نے مجھے کہا کہ تم مرزا صاحب کو چھوڑ دو۔ ہم تمہیں بہت سا روپیہ جمع کر دیں گے۔ مگر مَیں نے کہا (سوچ ہے ناں، انہوں نے جواب دیا) کہ فلاں سوداگر نے ایک عورت رکھی ہوئی ہے مگر وہ اُس عورت کو نہیں چھوڑ سکتا تو مَیں خدا کے نبی کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 40-39۔ روایت حضرت میاں عبدالغفار صاحب جراحؓ) (یعنی دنیادار اپنے دنیاوی عشق کی خاطر دنیا بھی برباد کر رہا ہے اور آخرت بھی برباد کر رہا ہے۔ بدنامی بھی ہو رہی ہے تو مَیں تو خدا کی محبّت کی خاطر خدا کے نبی کے تعلق اور عشق میں گرفتار ہوں، اس کو کس طرح چھوڑ دوں۔ اسی سے تو میری دنیا بھی سنورنی ہے اور میری آخرت بھی سنورنی ہے)۔

حضرت شیخ زین العابدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ: ایک میرے بھائی مہر علی صاحب آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ وہ بیمار ہو گئے۔ چھ ماہ تک دست آتے رہے۔ ہم علاج کرتے رہے۔ جب کوئی افاقہ نہ ہوا اور ہم بالکل نا امید ہو گئے تو اُس کو قادیان لے آئے۔ حضرت صاحب کو الہام ہو چکا تھا کہ مَیں اس جگہ ایک پیارے بچے کا جنازہ پڑھوں گا اور حضور اس الہام کو اپنے

بچوں میں سے ہی کسی ایک کے متعلق سمجھا کرتے تھے۔ مگر مہر علی کو یہاں لایا گیا تو حضور نے اُس کا مہینہ ڈیڑھ مہینہ علاج کیا۔ کچھ ٹھیک ہوگیا مگر حضور کو الہام ہوا کہ یہ بچہ بچ نہیں سکے گا۔ اس پر آپ نے حافظ حامد علی کو کہا کہ اس بچے کو یعنی اپنے بھائی کو گھر لے جاؤ۔ یہ بچ نہیں سکے گا۔ اور اگر یہاں فوت ہوا تو تمہارے رشتہ داروں کو یہاں آنے کی تکلیف ہوگی۔ ہم نے ڈولی تیار کروائی۔ اُسے ڈولی میں بٹھایا اور بازار تک لے گئے۔ مگر اُس نے کہا کہ مَیں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔ بارہ تیرہ سال کا بچہ تھا۔ اُس بچے نے کہا کہ مرنا ہے تو یہیں مرنا ہے۔ مَیں تو مرزا صاحب کی خدمت میں ہی رہوں گا۔ اور اگر تم نے واپس نہ کیا تو میں چھلانگ لگا دوں گا جو مجھے اُٹھا کے لے جا رہے ہو۔ چنانچہ ہم اُسے واپس لائے اور حضرت صاحب کو اطلاع بھجوائی۔ فرمایا اچھا رہنے دو۔ یہ یہاں ہی فوت ہوگا۔ مگر یہ خیال رکھنا کہ چلتا پھرتا مرے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہوگا، لیٹا ہوا۔ اچانک وفات ہو جانی ہے۔ لیٹا ہوا نہیں مرے گا۔ جس دن اُس نے مرنا تھا۔ بازار چلا گیا اور دودھ پیا اور شام کے قریب گھر آیا۔ ماں کو کہنے لگا کہ ماں اب دیا گُل ہو چلا ہے۔ والدہ سمجھی کہتا ہے شام ہوگئی ہے۔ دیا جلاؤ۔ مگر اُس نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں، یہ مطلب ہے۔ اُس کو بھی خبر پہنچ گئی تھی۔ والدہ نے اُسے کھڑے کھڑے چھاتی سے لگایا۔ مگر اُسی حالت میں اُس کی جان نکل گئی۔ حضرت صاحب نے جنازہ پڑھایا اور یہیں تدفین کی۔ کہتے ہیں جنازہ اس قدر لمبا پڑھایا کہ ہم لوگ تھک گئے۔ لوگ رو رہے تھے۔ (رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 66-67۔ روایت حضرت شیخ زین العابدین برادر حافظ حامد علی صاحبؓ)

حضرت میاں عبدالرزاق صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔ مَیں بڑی خواہش سے (وہ) مقدمہ سننے کے لئے (جو جہلم کا مشہور مقدمہ ہے) حضور کی تشریف آوری سے ایک دن پہلے جہلم پہنچ گیا۔ گاڑی کے آنے سے دو گھنٹے پیشتر سٹیشن پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے سٹیشن پر نظارہ دیکھا ہے کہ دس دس فٹ پر پولیس کے سپاہی کھڑے تھے۔ لوگوں دیواروں پر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے مگر پولیس اندر نہیں جانے دیتی تھی۔ گاڑی آنے کے وقت اس قدر ہجوم ہوگیا کہ آخر پولیس کامیاب نہ ہوسکی۔ تمام خلقت دیواریں پھاند کر اندر چلی گئی۔ جب حضرت صاحب گاڑی سے اترنے لگے تو ایک گلی باہر تک پولیس کی مدد سے احمدی دوستوں نے بنا دی۔ اس گلی میں سب سے پہلے چوہدری مولا بخش صاحب جو سیالکوٹ کے مشہور احمدی تھے گزرے اور گاڑی تک گئے۔ اُن کے بعد حضرت صاحب تشریف لے گئے اور ساتھ ہی مولوی عبداللطیف صاحب شہید کابل والے اور مولوی محمد احسن صاحب بھی تھے اور بند گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی کا چلنا ہجوم کے سبب سے بہت ہی مشکل ہوگیا۔ اُس وقت غلام حیدر تحصیلدار نے بہت ہی محبت کے ساتھ انتظام شروع

> مَیں تو خدا کی محبّت کی خاطر خدا کے نبی کے تعلق اور عشق میں گرفتار ہوں، اس کو کس طرح چھوڑ دوں۔ اسی سے تو میری دنیا بھی سنورنی ہے اور میری آخرت بھی سنورنی ہے

کیا۔ ایک تو پولیس کو انتظام کرنے کے لئے زور دیا اور دوسرے خلقت کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ وہ ہنٹر ہاتھ میں لے کر جلال کے ساتھ چکر لگا رہا تھا۔ ہمارا دل تو اس وقت غمگین تھا کہ خدا کرے حضور خیریت سے کوٹھی پر پہنچ جائیں۔ اُس وقت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی جو گاڑی کے آگے آگے ایک بیگ بغل میں دبائے ہوئے چل رہے تھے کسی وقت جوش میں آ کر یہ بھی کہہ دیتے تھے۔ (کہتے ہیں مجھے واقعہ یاد ہے) کہ "کیڑی کے گھر نارائن آیا" حتی کہ حضرت صاحب کوٹھی پر پہنچ گئے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 158-159۔ روایت میاں عبدالرزاق صاحبؓ)

حضرت میاں وزیر محمد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ: مَیں جس روز آیا، ایک اور شخص بھی میرے ساتھ تھا جو یہاں آ کر بیمار ہوگیا اور میں جو بیمار تھا تندرست ہو گیا۔ پہلے میری یہ حالت تھی کہ میں چند لقمے کھاتا تھا اور وہ بھی ہضم نہ ہوتے تھے مگر یہاں آ کر دو روٹی ایک رات میں کھا لیتا تھا۔ واپس امرتسر گیا۔ پھر وہی حالت ہو گئی۔ پہلی دفعہ جو حضرت صاحب کی زیارت ہوئی تو مسجد مبارک کے ساتھ کے چھوٹے کمرے میں وضو کر رہا تھا کہ حضرت اقدس اندر سے تشریف لائے۔ جونہی حضور کا چہرہ دیکھا تو عقل حیران ہوگئی اور خدا کے سچے بندوں کی سی حالت دیکھ کر بے خود ہوگیا۔ جمعہ کے دن میں کچھ ایسی حالت میں تھا کہ حضرت صاحب کے نزدیک کھڑے ہو کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ اُس وقت حضرت صاحب کی ایک توجہ ہوئی۔ اُس کے بعد میں بہت سخت رویا۔ (یعنی ایک نظر سے دیکھا، توجہ سے دیکھا، اُس کا ایسا اثر ہوا کہ مَیں بہت سخت رویا، نماز میں بھی اور نماز سے پہلے بھی۔) کہتے ہیں کہ صوفیاء کے مذہب میں یہ غسل کہلاتا ہے۔ عصر کے وقت جب حضور سے پھر ملاقات ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! اب اچھا ہوگیا ہوں۔ پہلے وقت جب ہم قادیان آئے تو اُس وقت کوئی لنگر خانہ نہیں تھا۔ (یعنی پہلی دفعہ جب آئے ہیں) حضرت صاحب کے گھر سے روٹی اور اچار آیا، وہ کھایا۔ اُس وقت وہ کمرہ جس میں آجکل موٹر ہے اُس میں پریس تھا۔ مہمان بھی وہیں ٹھہر جاتے تھے۔ مَیں بھی وہیں ٹھہرا تھا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 179-180۔ روایت میاں وزیر محمد خاں صاحبؓ)

حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میر مہدی حسین فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برف لینے کے لئے امرتسر بھیجا۔ راستے میں ریل میں بیٹھے ہوئے میں نے سر جو باہر نکالا تو میری ٹوپی جو ململ کی تھی، سر نکالنے سے اُڑ گئی۔ امرتسر سے میں جب برف لے کر واپس آیا تو میر ناصر نواب صاحب نے کہا کہ کیا تم کو کسی نے مارا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر ننگے سر کیوں ہو؟ میں نے کہا میری ٹوپی رستے میں اُڑ گئی ہے۔ انہوں نے جا کر حضرت صاحب سے ذکر کر دیا۔ حضرت صاحب نے

فرمایا۔ ہاں ہم ٹوپی دیں گے۔ میں نے پھر مطالبہ نہ کیا بلکہ ایک دو آنے کی ٹوپی خرید لی۔ (دو آنے میں ایک ٹوپی ملتی تھی وہ لے لی اور سر پر رکھ لی۔) کوئی چھ ماہ کے بعد حضرت صاحب نے ایک ٹوپی اور ایک الپا کا کوٹ اور ایک پاپوش عطا فرمائے۔ (الپا کا ایک جانور ہے ساؤتھ امریکہ میں ہوتا ہے جس کی اون سے بڑا نفیس عمدہ گرم کپڑا بنتا ہے تو اُس کا کوٹ اور ایک پاپوش، جوتی عطا فرمائی۔) کوٹ کو تو مَیں نے پہن لیا اور وہ جلدی پھٹ گیا اور ٹوپی میں نے سر پر رکھ لی۔ جوتی جو تھی مَیں نے اپنے والد صاحب کو پہنا دی۔ گھر جاتے ہوئے رستے میں ایک شخص ڈپٹی رینجر نے مجھے کہا کہ میر صاحب! آپ کے سر پر جو ٹوپی ہے وہ میلی ہوگئی ہے، میں آپ کو امرتسر سے نئی ٹوپی لا دیتا ہوں۔ میں نے کہا اس کے مرتبہ کی ٹوپی کہیں نہیں مل سکتی۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ کہنے لگا وہ کس طرح؟ میں نے کہا یہ مسیح پاک کے سر پر دو سال رہی ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔ وہ نیک فطرت تھا۔ چنانچہ وہ بھی بعد میں پھر حضور کا مرید ہوگیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 179-180۔ روایت میاں وزیر محمد خاں صاحبؓ)

حضرت مولوی عزیز دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جتنی دفعہ مجھے حضرت صاحب سے آ کر ملاقات کا موقع ملا، قریباً پچاس ساٹھ یا ستر دفعہ کا واقعہ ہوگا۔ آتے ہی حضرت صاحب کے پاس اپنی پگڑی اتار کر رکھ دیتا تھا اور حضرت صاحب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر ملتا تھا اور جب تک میں ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا حضرت صاحب نے کبھی ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میری عمر اکاسی سال کی ہے، میں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ البتہ قادیان میں ہی ایک دو چوٹیں معمولی سی لگی ہیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 219-218۔ روایت مولوی عزیز دین صاحبؓ)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد شیخ مسیتا صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد مبارک میں نماز سے فارغ ہو کر تشریف رکھتے تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہتی، کیونکہ ہم یہ جانتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نکات بیان فرما کر محبّتِ الٰہی کے جام ہم پئیں گے اور ہمارے دلوں کے زنگ دور ہوں گے۔ سب چھوٹے بڑے ہمہ تن گوش ہو کر اپنے محبوب کے پیارے اور پاک منہ کی طرف شوق بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے کہ آپ اپنے رُخ مبارک سے جو بیان فرمائیں گے اُسے اچھی طرح سُن لیں۔ یہ حال تھا آپ کے عشاق کا کہ آپ کی باتوں کو سننے سے کبھی ہم نہ تھکے اور حضرت اقدس کبھی اپنے دوستوں کی باتیں سننے سے نہ گھبراتے تھے اور نہ روکتے تھے۔ میں نے کبھی آپ کو سرگوشی سے باتیں کرتے نہیں دیکھا۔ (رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 94 روایت حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

بدرالدین احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کراچی۔ حضرت سراج بی بی صاحبہ دختر سید فقیر محمد صاحب

میں نے کہا اس کے مرتبہ کی ٹوپی کہیں نہیں مل سکتی۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ کہنے لگا وہ کس طرح؟ میں نے کہا یہ مسیح پاک کے سر پر دو سال رہی ہے

افغان جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کے شاگردوں میں سے تھے، اُن کی روایت بیان کرتے ہیں (چھوٹی بچیوں میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ محبّت کیا تھی؟ اُس کا بیان ہو رہا ہے) کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود تنہا باغ میں اُس راستے پر چہل قدمی فرما رہے تھے جو آموں کے درختوں کے نیچے جنوباً شمالاً واقع ہے اور ایک کنوئیں کے متصل جو اَب متروک ہے ایک دروازے کے ذریعے جناب مرزا سلطان احمد صاحب کے باغ میں کھلتا ہے۔ مَیں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چلتی تھی۔ (باغ میں چہل قدمی ہو رہی تھی، سیر کر رہے تھے، ٹہل رہے تھے، میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چلتی تھی) اور جہاں جہاں حضور کا قدم پڑتا تھا بوجہ محبّت کے اُنہی نقشوں پر مَیں بھی قدم رکھتی جاتی تھی۔ مجھے یہ پتہ تھا کہ ایسا کرنے میں برکت حاصل ہوتی ہے۔ کہتی ہیں میری آہٹ سن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف دیکھا اور پھر دوبارہ چلنا شروع کر دیا"۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 317-316 روایت حضرت سراج بی بی صاحبہؓ بزبان بدرالدین احمد صاحب)

حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

ہم سب بھی قادیان شریف سے دوستوں کے جلسہ پر جانے سے دوسرے روز ہی اپنے گھر کو واپس آ گئے۔ غالباً تین چار ماہ بعد یکا یک ہم لوگوں کو خبر لگی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لاہور میں وصال ہو گیا ہے۔ میرے خسر قاضی زین العابدین صاحب اس خبر کو سن کر دیوانوں کی طرح ہو گئے۔ ہمیں کچھ نہ سوجھتا تھا۔ ہم اسی حالت میں سٹیشن سرہند پر پہنچے۔ وہاں ایک اسٹیشن کے بابو نور احمد صاحب سے قاضی صاحب نے کہا کہ آپ لاہور کو تار دے کر دریافت کریں کہ کیا واقعی وہ بات درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا ہے؟ ہماری ایسی حالت کو دیکھ کر بہت سے غیر احمدی ہمارے پیچھے ہنسی مذاق کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ جو جس کے دل میں آتا تھا بکواس کرتا تھا۔ ہم غم کے مارے دیوانوں کی طرح پھر اپنے گھر کو آ گئے اور غیر احمدی بہت دور تک ہنسی مذاق کرتے ہوئے ہمارے پیچھے آئے۔ آخر جھک مار کر واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ احمدی جماعت کے لئے بہت دردناک اور جان گھلا دینے والا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدین صاحب منتخب ہوئے۔ ہم سب نے اپنی اپنی بیعت کے خطوط روانہ کر دیئے۔ جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر گئے تو جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹھے یا کھڑے دیکھا تھا، اُن جگہوں کو خالی دیکھ کر دل قابو سے نکلا جاتا تھا۔ ہر وقت آنکھیں پُرنم رہتی تھیں۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا تھا جو آجکل کے جلسوں کو دیکھتے ہوئے معمولی سا جلسہ تھا۔ اس میں خواجہ کمال الدین صاحب، مرزا یعقوب بیگ صاحب، مولوی صدرالدین

صاحب، مولوی محمد علی صاحب پیش پیش نظر آتے تھے اور سب کی نظریں اُنہیں پر پڑتی تھیں۔ (یعنی جماعت کے افراد کی نظریں اُنہی پر پڑتی تھیں) واقعی اُس وقت سوائے اُن لوگوں کے کوئی دوسرا قابل نظر ہی نہیں آتا تھا اور یہی لوگ منتظم تھے۔ شروع جلسے پر پہلے تلاوتِ قرآن ہوئی۔ پھر ایک نظم برادرم منشی سراج الدین صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پڑھی۔ پھر ایک نظم ایک شخص نے پڑھی۔ اُس کے بعد حضرت مرزا محمود احمد صاحب نے تقریر کی۔ خلیفہ اول کے زمانے کی بات ہے۔ (خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد پہلے جلسے میں تقریر کی) اُس میں آپ نے بیان فرمایا کہ فرعون کے ظلم وستم کی وجہ سے جو بنی اسرائیل کے آنسو نکلے تھے ایک دن وہ آنسو دریا بن کر فرعون کو لے ڈوبے۔ (پس اضطراری حالت میں اور تکلیف کی حالت میں جو آنسو نکلتے ہیں، وہ پھر بڑے نتائج بھی نکالنے والے ہوتے ہیں۔ جماعت کو بھی خاص طور پر پاکستان کی جماعتوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آجکل ایسے ہی آنسو نکالنے کا وقت ہے) کہتے ہیں جو بنی اسرائیل کے آنسو نکلے تھے ایک دن وہ آنسو دریا بن کر فرعون کو لے ڈوبے۔ حضور عالی نے یہ تقریر ایسی عمدگی سے ادا کی کہ سامعین پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ جب آپ کی یہ تقریر ختم ہوئی تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل فرمایا کہ میاں محمود احمد صاحب نے تو ایسی تقریر کی کہ میرے ذہن میں بھی کبھی یہ مضمون نہیں آیا۔ پھر فرمایا دوستوں کو چاہئے کہ قدرتِ ثانی کے لئے دعا فرمائیں یعنی ہمیشہ یہ قدرتِ ثانی جاری رہے۔ چنانچہ اُسی وقت دعا کی گئی اور آپ نے اُس وقت یہ بھی فرمایا کہ میاں صاحب کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں نظر بد سے محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 367 تا 369۔ روایت میاں محمد ظہور الدین صاحب ڈولیؓ)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ فرماتے ہیں۔ مَیں جب مسجد مبارک میں جا کر نماز ادا کرتا ہوں تو نماز میں وہ حلاوت اور خشیت اللہ دل میں پیدا ہوتی ہے کہ دل محبّتِ الٰہی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ مگر میرے دوستو! جب اس نورِ الٰہی کے دیکھنے سے آنکھیں محروم رہتی ہیں تو مجھے کرب بے چین کر دیتا ہے اور وہ صحبت یاد آ کر دل درد سے بھی پُر ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ اُس نورِ الٰہی کو دیکھ کر دل کی تمام تکلیفیں دور ہو جاتی تھیں اور حضرت اقدس کے پاک اور منور چہرے کو دیکھ کر نہ کوئی غم ہی رہتا ہے اور نہ کسی کا گلہ شکوہ ہی رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہم جنت میں ہیں اور آپ کو دیکھ کر ہماری آنکھیں اُکتاتی نہ تھیں۔ ایسا پاک اور منور رُخِ مبارک تھا کہ ہم نوجوان پانچوں نمازیں ایسے شوق سے پڑھتے تھے کہ ایک نماز کو پڑھ کر دوسری نماز کی تیاری میں لگ جاتے تھے تا کہ آپ کے بائیں پہلو میں ہمیں جگہ مل جاوے اور ہم نوجوانوں میں یہی کشمکش رہتی تھی کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہی جگہ نصیب ہو اور آپ کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ اللہ اللہ! وہ کیسا مبارک اور پاک وجود تھا جس کی صحبت نے ہمیں مخلوق سے مستغنی کر دیا اور ایسا صبر دے دیا کہ غیروں کی محبّت سے ہمیں نجات دلا دی اور ہمیں مولیٰ ہی کا آستانہ دکھا دیا۔

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر گئے تو جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹھے یا کھڑے دیکھا تھا، اُن جگہوں کو خالی دیکھ کر دل قابو سے نکلا جاتا تھا۔ ہر وقت آنکھیں پُرنم رہتی تھیں

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 83-82 و 89 روایت حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کی بیعت کا حق ادا کرنے کی توفیق دیتے ہوئے آپ کے ساتھ اُخوّت اور تعلق اور محبّت کے رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس رشتے کی وجہ سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبّت کو حاصل کرنے والے بھی ہوں۔

(خطبات مسرور جلد دہم صفحہ 287۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 2012ء)

ہر ادا پر تیری قربان ہوئے جاتے ہیں

تیری تعلیم میں کیا جادو بھرا ہے مرزا
جس سے حیوان بھی انسان ہوئے جاتے ہیں

سینکڑوں عیب نظر آتے تھے جن کو اس میں
وہ بھی اب عاشقِ قرآن ہوئے جاتے ہیں

گورے کالے کی اٹھی جاتی ہے دنیا سے تمیز
سب ترے تابعِ فرمان ہوئے جاتے ہیں

سبحۂ اشک پروئی ہے وہ تُو نے واللہ
گبر بھی اب تو مسلمان ہوئے جاتے ہیں

مردو زن عشق میں تیرے ہیں برابر سرشار
ہر ادا پر تیری قربان ہوئے جاتے ہیں

ہے ترقی پہ مرا جوشِ جنوں ہر ساعت
تنگ سب دشت و بیابان ہوئے جاتے ہیں

بیٹھ جاؤ ذرا پہلو میں مرے آ کے آج
سب ارادے مرے ارمان ہوئے جاتے ہیں

جوشِ گریہ سے پھٹا جاتا ہے دِل پھر محمودؔ
اشک پھر قطرہ سے طوفان ہوئے جاتے ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

(اخبار الفضل جلد 13 ۔ 8 جنوری 1926ء)

چراغِ اُخوّت کی ضیاء پاشیاں

(مکرم مولانا عبدالباسط طارق صاحب۔ مربی سلسلہ احمدیہ ناصر باغ جرمنی)

بطحا کی وادیوں سے پھوٹنے والے نور نبوت کے ساتھ پیار و محبت اور ایثار و اُخوّت کی ایسی داستان شروع ہوئی جس کی نظیر اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔ اس نور نے عرب کے وحشیوں کو محبّت و اُخوّت کی ایسی مالا میں پرو دیا کہ جانی دشمن جاں نثار دوستوں میں بدل گئے اور وہی ظالم اور سفاک لوگ جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے ہی لوگوں کا خون بہادیا کرتے تھے، اُن کے لئے اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور یہ انقلاب اور یہ معجزہ اس سے قبل چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا۔

اس انقلاب آفرین اُخوّت کا آغاز گو آنحضرت ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی ہوگیا تھا مگر اس کی باقاعدہ بنیاد ہجرت کے پہلے سال میں مدینہ میں خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے رکھی۔ اس عظیم الشان اخوّت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی معرکہ آراء کتاب ''سیرت خاتم النبیین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت مدینہ کے مسلمان دو حصوں میں منقسم تھے۔ ایک تو وہ تھے جو مدینہ کے باشندے نہ تھے بلکہ مکہ یا کسی اور جگہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آباد ہوگئے تھے۔ یہ لوگ بوجہ اپنی ہجرت کے مہاجرین کہلاتے تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور چونکہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کو پناہ دی تھی اور ان کی اعانت کا بیڑا اٹھایا تھا اس لئے وہ انصار کے نام سے موسوم ہوتے تھے۔ مہاجرین عام طور پر مدینہ میں بالکل بے سروسامان تھے کیونکہ غریب تو غریب تھے ہی متموّل مہاجرین بھی عموماً اپنا سب مال ومتاع وطن میں چھوڑ کر نکل آئے تھے۔ انصار نے ان کے ساتھ حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر سلوک کیا اور کوئی دقیقہ ان کی مہمان نوازی کا اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن اس رشتہ اُخوّت کو اور بھی مضبوط کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے یہ تجویز فرمائی کہ انس بن مالک کے مکان پر انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا اور باہم مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دو دو کا جوڑا بنا کر انصار و مہاجرین کے کم وبیش نوّے اشخاص کے درمیان باقاعدہ رشتہ اُخوّت قائم کردیا۔ اس سلسلۂ مواخاۃ پر طرفین کی طرف سے جس اخلاص اور وفاداری کے ساتھ عملدرآمد ہوا وہ آجکل کی حقیقی اُخوّت کو بھی شرماتا ہے۔ انصار و مہاجرین بھائی بھائی کیا بنے گویا ایک جان دو قالب ہوگئے۔ پہلی تجویز انصار نے اس رشتہ اُخوّت کے بعد یہ کی کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کی کہ آپؐ ہمارے باغات کو ہم میں اور ہمارے بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ لیکن چونکہ مہاجرین عموماً تجارت پیشہ تھے اور کھیتی باڑی کے کام سے قطعاً ناواقف تھے بلکہ مکہ والے تو اس کام کو پسند بھی نہیں کرتے تھے، اس لئے پھر انصار نے خود ہی یہ تجویز پیش کی کہ باغات کا انتظام اور محنت ہم کریں گے، مگر ماحصل میں سے مہاجرین کو حصہ مل جایا کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سعد بن الربیع انصاریؓ کے بھائی بنے تھے۔سعدؓ نے اپنا سارا مال ومتاع نصف گن گن کر عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے رکھ دیا اور جوش محبّت میں یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں۔ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں اور پھر اس کی عدت گزرنے پر تم اس کے ساتھ شادی کر لینا۔ یہ سعد کی طرف سے جوش محبّت کا ایک بے اختیاری اظہار تھا۔ ورنہ وہ اور عبدالرحمٰنؓ دونوں جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا کہ خدا یہ سب کچھ تمہیں مبارک کرے۔ مجھے بازار کا رستہ بتادو...........

اس سلسلہ مواخات کا اثر وراثت تک پر تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ تھا کہ اگر کوئی انصاری فوت ہو تو اس کا ترکہ بحصہ رسدی اس کے بھائی مہاجر کو بھی ملے۔ یہ سمجھوتہ جنگ بدر تک قائم رہا جس کے بعد یہ طریق وراثت خدا کی وحی کے ماتحت منسوخ ہوگیا اور صرف حقیقی رشتہ دار وارث قرار دئے گئے۔ اس سلسلہ مواخات میں حضرت ابوبکرؓ خارجہ بن زیدؓ کے بھائی بنے، حضرت عمرؓ عتبان بن مالکؓ کے، حضرت عثمان اوسؓ بن ثابتؓ کے، ابوعبیدۃ بن الجراحؓ سعد بن معاذؓ کے، سعید بن زیدؓ ابیؓ بن کعبؓ کے، سلمان فارسیؓ ابو درداءؓ کے، مصعب بن عمیرؓ ابو ایوب انصاریؓ کے، عمار بن یاسرؓ حذیفہ بن یمان کے۔ وغیر ذالک

مواخات کا یہ سلسلہ کئی لحاظ سے مفید اور بابرکت ہوا۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 310-309)

اُخوّت و محبّت کے اس شجر کو کیسے کیسے شیریں پھل لگے، ان کی کسی قدر جھلک ذیل کے واقعات میں دیکھی جاسکتی ہے:

صفوان بن محزر بنانی سے روایت ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے (کعبہ مکرمہ میں) نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے پہلو میں ایک شخص نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کھڑے ہوئے تھے ان کا نام ثابت بن مسعود تھا میں جب بلند آواز سے قرأت کرتا تھا تو وہ اپنی آواز پست کر لیتے تھے میں نے ان سے بہتر کوئی پڑوسی نہیں دیکھا اور جب مجھ سے غلطی ہوجاتی تھی تو وہ مجھے لقمہ دے دیتے تھے پھر جب میں نماز پڑھ چکا تو طواف کرنے لگا وہ مجھے ملے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑلیا اور کہا کہ سب روحیں جوڑا جوڑا ہیں۔ پس جن کا باہم تعارف ہوجاتا ہے تو ان میں محبّت واُلفت پیدا ہوجاتی ہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد دوم)

حضرت حارثؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبیؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس طرف سے ایک اور شخص کا گزر ہوا تو اس بیٹھنے والے شخص نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اس شخص کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو اس کی اطلاع کر دی ہے اس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا تم اس کو اس کی اطلاع کر دو چنانچہ اس شخص نے جاکر کہا کہ میں تم کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں اس شخص نے (دعا دی اور) کہا کہ جس کے لئے تم مجھ سے محبّت کرتے ہو وہ تم سے محبّت کرے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ 488)

حبیب بن ابی ثابت نے روایت کی کہ حارث بن ہشام اور عکرمہؓ بن ابی جہل اور عیاش بن ابی ربیعہ یہ سب لوگ غزوۂ یرموک میں زخمی ہوئے جب یہ لوگ اٹھا کے لائے گئے تو حارث بن ہشام نے پانی مانگا (جب پانی آیا) تو عکرمہ نے ان کی طرف دیکھا انہوں نے (خود پانی نہ پیا) کہا کہ یہ پانی عکرمہ کو دے دو جب عکرمہ نے پانی لیا تو عیاش نے ان کی طرف دیکھا عکرمہ نے کہا یہ پانی عیاش کو دے دو عیاش تک جب پانی پہنچا تو ان کی وفات ہوچکی تھی پھر کسی کو پانی نہ پہنچ سکا یہاں تک کہ سب کی وفات ہوگئی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ از مولانا محمد عبدالشکور جلد دوم صفحہ 486)

صحابہ کی یہ محبّت صرف للّٰہی محبّت تھی اور وہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ دوسرے بھی اپنے بھائیوں کے لئے وہی اُخوّت و محبّت کے جذبات رکھتے ہیں کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

جب کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو اس کی تقرری کے پروانے میں اس کے اختیارات و فرائض لکھ دیتے۔ حضرت حذیفہؓ کو مدائن کا گورنر مقرر کرتے وقت پروانے میں لوگوں کو ہدایت کی کہ اے لوگو! ان کی بات سنو اور مانو۔ مدائن پہنچنے پر لوگوں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ آپ کیا مانگتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا کام جس میں کچھ کما لیا کروں۔ حضرت حذیفہؓ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے اور حضرت عمرؓ کے حکم پر واپس چلے آئے۔ حضرت عمرؓ کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو راستہ میں چھپ کر بیٹھ رہے جب حضرت عمرؓ نے ان کو اسی حال میں دیکھا جس میں وہ گئے تھے تو ان کو لپٹا لیا اور کہا کہ تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ترجمہ جلد دوم صفحہ 534)

قریب تھا کہ صحابہ کرامؓ کے یہ زندہ وجاوید واقعات، داستان بن جاتے مگر سلام ہو مہدیٔ دوراں کے غلاموں پر کہ انہوں نے پھر وہ واقعات اور داستانیں زندہ کر دیں اور دنیا کو اُخوّت و محبّت، قربانی و ایثار کا وہی نظارہ پھر دکھا دیا اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ اُخوّت کا یہ چراغ اب بھی جلتا ہے اور اس کی لَو کبھی دھیمی نہ ہوگی۔

عشق و محبّت کی مجالس

حضرت شیخ محمد احمد مظہرؓ صاحب اپنے والد بزرگوار کی روایات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حضرت منشی اروڑا صاحبؓ مرحوم اسی عدالت میں نقشہ نویس تھے اور حضرت محمد خان صاحب مرحوم کا دفتر بھی پاس ہی تھا۔ محمد خان صاحب مرحوم ریاست کے ایک بڑے کارخانہ یعنی سرکاری اصطبل کے انچارج تھے اور تین چار سو آدمی ان کے ماتحت تھے۔ سینکڑوں گاڑیاں اور گھوڑے اور ان کے اس اصطبل کے متوسلین میں سے تھے۔ کچہری سے فارغ ہو کر والد صاحب اور منشی اروڑا صاحب محمد خان صاحب کے دفتر چلے جاتے۔ دوسرے احمدی احباب اپنے کاموں اور ملازمتوں سے فارغ ہو کر یہیں جمع ہو جاتے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہوتا یا آپ کی کوئی کتاب پڑھی جاتی۔ یا درثمین کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھتے۔ عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں یہیں ادا ہوتیں۔ اور بہت رات گئے احباب اپنے گھروں کو جاتے۔ غرضیکہ یہ تمام لوگ عشق و محبّت کے بندے تھے اور آپس میں بے نظیر ہمدردی اور محبّت رکھتے

تھے۔ اگر کسی دن کوئی شخص محفل میں شریک نہ ہوتا تو اس کے گھر جا کر خبر پرسی ہوتی۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کا نقشہ خدا کے فرستادوں سے محبّت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 14)

مزید لکھتے ہیں:

معمول تھا کہ اتوار کے روز دوست اپنا اپنا کھانا محمد خاں صاحب کے دفتر میں بھجوا دیتے اور خوانِ یغما کی طرح آپس میں بانٹ کر اکٹھے ہو کر کھاتے۔ اس سے محبّت، اتفاق اور یکرنگی بڑھتی۔ مدتوں یہ معمول رہا۔ اور خاکسار بھی بچپن میں ان ضیافتوں میں شریک ہوتا رہا ہے۔ محمد خان صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد یہ دستور قائم نہ رہ سکا۔ محمد خاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے عاشق اور بہت گداز طبیعت رکھنے والے تھے۔ اس والہیت کا ذکر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ دوستوں پر محمد خاں صاحب جان چھڑکتے تھے۔ (اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 15)

منشی گوہر علی صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ آپ کپور تھلہ میں ڈاک خانہ میں ملازم تھے۔ اڑھائی روپیہ ان کی پنشن ہوئی۔ گزارہ ان کا بہت تنگ تھا۔ وہ جالندھر اپنے مسکن پر چلے گئے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ جب تم قادیان جاؤ تو مجھے ساتھ لیتے جانا۔ وہ بڑے مخلص آدمی تھے۔ چنانچہ میں جب قادیان جانے لگا۔ تو ان کو ساتھ لینے کے لئے جالندھر چلا گیا وہ بہت متواضع آدمی تھے۔ میرے لئے انہوں نے پُرتکلف کھانا پکوایا۔ اور مجھے یہ پتہ لگا کہ انہوں نے کوئی برتن وغیرہ بیچ کر دعوت کا سامان کیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں اور جہاز راستے سے اُتر گیا۔ اگلے دن گاڑی میں سوار ہو کر جب ہم دونوں چلے ہیں۔ تو مانانوالہ سٹیشن پر گاڑی کا پہیہ پٹڑی سے اُتر گیا۔ گاڑی اسی وقت کھڑی ہوگئی۔ دیر تک پہیہ سڑک پر چڑھایا گیا۔ کئی گھنٹے لگے۔ پھر ہم قادیان پہنچ گئے۔ میں نے منشی علی گوہر صاحب کا ٹکٹ خود ہی خرید لیا تھا۔ وہ اپنا کرایہ دینے پر اصرار کرنے لگے میں نے کہا یہ آپ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ چنانچہ دو روپے انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آٹھ دس دن رہ کر جب ہم واپسی کے لئے اجازت لینے گئے۔ تو حضور نے اجازت فرمائی اور منشی صاحب کو کہا ذرا آپ ٹھہریئے۔ پھر آپ نے دس یا پندرہ روپے منشی صاحب کو لا کر دیئے۔ منشی صاحب رونے لگے اور عرض کی حضور مجھے خدمت کرنی چاہیے یا میں حضور سے لوں۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہ آپ کے دوست ہیں آپ انہیں سمجھائیں۔ پھر میرے سمجھانے پر کہ ان میں برکت ہے انہوں نے لے لئے۔ اور ہم چلے آئے حالانکہ حضرت صاحب کو منشی صاحب کی حالت کا بالکل علم نہ تھا۔ (اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 127)

حضرت مسیح موعودؑ نے جو جماعت قائم فرمائی وہ محض اپنے افراد میں ہی اخوّت و محبّت پیدا کرنے کی قائل نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی ایسے ہی جذبات کی خواہاں ہے۔ ذیل کا ایک واقعہ اس حقیقت کا گواہ ہے۔

سر ملک فیروز خان صاحب نون (جو پاکستان کے وزیر اعظم بھی رہے) وہ خان بہادر ملک صاحب خان صاحب نون سے چوتھی پشت پر ملتے تھے۔ خان بہادر صاحب بڑے مخلص اور بڑے فدائی احمدی تھے۔ قیام پاکستان کے کچھ ہی عرصہ بعد کسی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی میجر ریٹائرڈ ملک سردار خان صاحب نون اور ملک فیروز خان صاحب سے شدید ناراض ہوگئے حتیٰ کہ ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے۔ سارے نون خاندان پر اُن کا رعب ایسا تھا کہ کسی کو ان سے بات کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ آخر بڑی سوچ بچار کرنے کے بعد ملک فیروز خان صاحب اور میجر سردار خان صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتائی کہ ملک خان صاحب کی ناراضگی کی وجہ سے سارا نون خاندان جو بارہ دیہات کا مالک ہے، اُس کا بے مثل اتفاق پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ حضورؓ اُن دنوں رتن باغ لاہور میں قیام فرما تھے۔ آپؓ نے ملک صاحب خان صاحب کو طلب فرمایا اور فرمایا اتنی رنجش اور ناراضگی بہت نامناسب ہے۔ آپ پہلے فیروز خان صاحب کے پاس جا کر معذرت کریں اور پھر اپنے چھوٹے بھائی میجر سردار خان صاحب سے معافی مانگیں اور پھر آج ہی مجھے رپورٹ دیں۔

ملک صاحب خان صاحب نے مضمون نگار سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضورؓ کے اس حکم سے میرے دل میں انقباض پیدا ہوا کہ حضورؓ نے ناراضگی کی وجہ دریافت فرمائے بغیر چھوٹے بھائیوں کے سامنے مجھے جھکنے کا حکم دے دیا ہے۔ تاہم میری مجال نہ تھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر کرتا۔ چنانچہ پہلے سر فیروز خان صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا۔ وہ بڑی محبّت سے میری طرف لپکے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے کہ مَیں قربان جاؤں میرزا محمود احمد پر جنہوں نے ہمارے سارے خاندان پر یہ احسان عظیم کیا۔ جب مَیں نے اُن سے معافی مانگی تو کہنے لگے کہ آپ میرے عزیز ترین بڑے بھائی ہیں، آپ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیں۔

...... پھر میں جلد ہی اُن سے بمشکل اجازت لے کر میجر صاحب کے ہاں پہنچا۔ وہ بھی خوشی اور ممنونیت کے جذبات سے مغلوب تھے۔ اُن کے اصرار پر بھی وہاں نہ رُکا کیونکہ حضورؓ نے رپورٹ دینے کا حکم دے رکھا تھا۔ چنانچہ سیدھا حضورؓ کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سنایا۔ حضورؓ بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: آپ کے لئے میرا یہ حکم دل پسند تو شائد نہ ہوا ہو گا کہ کسی قسم کی تحقیقات کرنے یا ناراضگی کی وجوہ معلوم کرنے کے بغیر ہی آپ کو حکم دے دیا کہ جاؤ اپنے سے عمر میں چھوٹے بھائیوں سے معافی مانگو۔

وجہ یہ تھی کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ سر فیروز خان اور میجر سردار خان کے ساتھ تو میرے معاشرتی تعلقات ہی ہیں، وہ میرے حکم کے پابند تو نہیں، مگر آپ پابند ہیں...... پھر حدیث ہے کہ جو اپنے روٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے گا وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ استعارہ کا کلام ہے مگر بہرحال اس حدیث کی رو سے آپ ایک ہزار سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر سوچ لیں کہ یہ کس قدر فائدہ اور نفع کا سودا ہوا۔

حضورؓ نے ایسے دلکش انداز میں یہ باتیں بیان فرمائیں کہ ملک صاحب خان صاحب کو انشراح صدر ہوگیا اور پھر ان بھائیوں کے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہ ہوا۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 فروری 2002ء صفحہ 13-14)

ایک اہم اسلامی تعلیم

تحکیم

(مکرم ظفر اقبال صاحب ممبر قضاء بورڈ جرمنی)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی طرح انسان کو بھی جوڑے کی شکل میں پیدا فرمایا ہے اور جوڑے کے دونوں ارکان کو ایک دوسرے کے لئے تسکین کا ذریعہ بنایا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً (سورہ روم:22)

ترجمہ۔ اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبّت اور رحمت پیدا کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا سے معرض وجود میں آنے والے جوڑوں میں محبّت و رحمت بیج کی طرح ڈال دی جاتی ہے پھر وہ بیج باہمی اعتماد اور حسن سلوک کے نتیجہ میں ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔ تاہم شیطان تاک میں رہتا ہے اور جہاں کہیں اسے موقع ملے، وسوسے ڈال کر ناچاقیاں کرا دیتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا (النسآء:36)

ترجمہ: اور اگر تمہیں ان دو (میاں بیوی) کے درمیان شدید اختلاف کا خوف ہو تو اس (یعنی خاوند) کے گھر والوں میں سے ایک صاحب حکمت فیصلہ کرنے والا اور اس (یعنی بیوی) کے گھر والوں میں سے ایک صاحب حکمت فیصلہ کرنے والا مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) خوب باخبر ہے۔

اس آیہ کریمہ میں نظام کے لئے یہ قاعدہ وضع کیا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلافات شدید صورت اختیار کر جائیں تو ان دونوں کی طرف سے ایک ایک حَکَم یعنی صاحب فہم وعدل نمائندے مقرر کئے جائیں جو ان کے درمیان پیدا ہو جانے والے جھگڑے ختم کروا کے صلح کرائیں۔ اس عمل کو تحکیم کہا جاتا ہے اور اسی لئے اس آیت کریمہ کو بھی آیت تحکیم کہتے ہیں۔

چنانچہ جماعت احمدیہ میں قائم دارالقضاء کے پاس جب کوئی عائلی تنازعہ آتا ہے تو سب سے پہلے تحکیم کے ذریعہ میاں بیوی میں صلح کرانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے لئے فریقین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے رشتہ داروں یا جاننے والوں میں سے حکم کے تقرر کے لئے دو دو نام تجویز کریں۔ نام آنے پر قاضی صاحب اوّل ان میں سے صاحب فہم و فراست اور صائب الرائے کو یہ فرض سونپتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے حالات ومعاملات کا جائزہ لے کر فریقین کو قرآن مجید، احادیث اور ارشاداتِ خلفاء کی روشنی میں حکمت و دانشمندی کے ساتھ ایک ہمدرد باپ کی طرح سمجھا کر صلح پر آمادہ کریں اور مصالحت کی کوشش کریں۔ حَکَمَیْن کی طرف سے کی گئیں کوششوں کی رپورٹ آنے پر مقدمہ کی کارروائی ہوتی ہے۔ اگر تو اس مرحلہ پر صلح ہو جائے تو فائل بند کر دی جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ صلح نہ ہو سکے تو پھر حالات وواقعات کے مطابق ''ابغض الحلال'' (یعنی حلال باتوں میں سے سب سے زیادہ قابل نفرت ہونے کے باوجود) مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

آیت تحکیم سے اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء معلوم ہوتی ہے کہ ایسے اشخاص کا حکم کے لئے تقرر ہونا چاہئے جو غیر جانبدار ہوں اور جن کا جذباتی میلان ورجحان کسی ایک فریق کی طرف نہ ہو۔ اگر فریقین کے اہل میں سے حَکَم کا تقرر مشکل ہو جائے تو اس صورت میں نظام جماعت کا نمائندہ مثلاً صدر جماعت زعیم انصاراللہ یا لوکل امیر کو بھی نمائندہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔

حَکَمَیْن کی کوششوں کا احترام کیا جانا چاہیے۔ دوسری طرف حَکَمَیْن کو بھی یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ بے لوث خدمت ہے اور محض رضائے الٰہی کی خاطر ہے۔ نیز یہ کہ وہ ایسا عظیم کام کرنے جا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دو خاندان ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں۔ یہ آسان کام نہیں بلکہ حوصلہ اور عزم والا کام ہے۔

ماحول کے زیر اثر احباب جماعت میں بھی علیحدگی کا رجحان نظر آنے لگا ہے اور بعض جوڑے تحکیم کی اہمیت، برکت اور فوائد سے لاعلم ہونے کے باعث اس عمل میں سے بھی نہیں گزرنا چاہتے اور بعض جوڑے اسے برائے نام کارروائی خیال کرتے ہیں حالانکہ قرآنی حکم ہونے کے اعتبار سے یہ بڑا ہی بابرکت اور مفید امر ہے۔

ہجری شمسی کیلنڈر کا دسواں مہینہ

اخاء

مکرم مولانا محمد رئیس طاہر صاحب۔ مربی سلسلہ ربوہ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے عہد خلافت میں اہل حق کی قومی و ملی زندگی کے لئے اسلامی روایات کو قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اس سلسلے میں حضور کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ حضور نے اپنی جماعت میں سن عیسوی کی جگہ سن ہجری شمسی کو رائج فرمایا۔ حضور نے 28 دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان میں سیر روحانی کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر میں فرمایا۔

’’قرآن فرماتا ہے کہ سورج اور چاند یہ دونوں حساب اور تاریخ بتانے کے لئے ہیں... میں نے جب قرآن کریم میں ان آیات کو دیکھا اور ان پر غور و تدبر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ واقعہ میں تاریخ اور حساب کے ساتھ سورج اور چاند دونوں کا بہت بڑا تعلق ہے اور یہ علوم کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے تھے اگر سورج اور چاند کا وجود نہ ہوتا...... مجھے خیال آیا کہ چاند سے تو ہم پھر بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہجری قمری کیلنڈر ہم میں جاری ہے جس سے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر سورج سے تو ہم بالکل فائدہ نہیں اٹھا رہے...... میرے نزدیک ضروری تھا کہ جس طرح ہجری قمری بنائی گئی تھی اسی طرح ہجری شمسی بھی بنائی جاتی اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا جاتا‘‘۔

ماہ اخاء کی وجہ تسمیہ

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کی غرض سے مکہ مکرمہ سے آٹھ روز کے سفر کے بعد 14 نبوی بمطابق 622ء میں مدینہ منورہ میں ورود مسعود فرمایا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی تربیت اور تبلیغ اسلام کے کام کو آزادی سے کرنے کے مواقع ملے۔ آپؐ نے مدینہ میں بسنے والے غیر مسلم لوگوں کے ساتھ امن و آشتی سے رہنے کے لئے دنیا کا سب سے پائیدار اور قابل عمل امن کا معاہدہ فرمایا جس کو میثاق مدینہ کہا گیا۔ جس کے تحت ہر ایک کو آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کی ضمانت دی گئی۔

مسلمانوں کی ترقی کے لئے آپس میں مل جل کر اتفاق سے رہنا نہایت ضروری تھا چنانچہ اسی مقصد کے لئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان معاہدہ اُخوّت جاری فرمایا جس کے تحت مہاجر صحابہ کا انصاری صحابہ کے ساتھ بھائی چارہ قائم فرمایا۔ جسے تاریخ اسلام میں مواخات کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی عملی شکل اس طرح سے تھی کہ آنحضور ﷺ نے ہر مہاجر صحابی کو انصار مدینہ میں سے کسی ایک کے سپرد فرمادیا کہ وہ ان کی بنیادی اور فوری نوعیت کی ضروریات کا بھائی بن کر خیال رکھے۔ چنانچہ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُخوّت و بھائی چارے کا ایسا بے مثال نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک ایک تابندہ مشعل راہ ہے جو ہر ایک قوم کو ترقی کی راہ دکھاتا رہے گا۔ اسی کی بناء پر سال کے دسویں مہینہ کا نام اخاء رکھا گیا۔

اسلام باہمی اُخوّت و بھائی چارے کی تعلیم دیتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

(الحجرات:11) مومن تو بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اس قرآنی تعلیم کو بیان فرمایا اور صحابہؓ میں جو اُخوّت و محبّت اور بھائی چارہ پیدا ہوا وہ آپؐ کی قوّتِ قدسیہ اور دعاؤں کے ساتھ مسلسل ایسی تعلیم دیتے رہنے کی وجہ سے تھا جو انسانیت کے احیاء کا باعث بنی۔ ایک حدیث میں ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن آپس میں رحم کرنے میں، مودت کرنے میں اور محبّت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار میں تپنے لگ جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلہ والادب)

ایک اور جگہ فرمایا:

حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن مومن کا بھائی ہے۔ پس کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں اس طرح دخل اندازی نہ کرے کہ وہ اس کی بیع کو خراب کر کے اپنی چیز فروخت کرنے والا ہو۔ اور نہ ہی اپنے بھائی کے رشتے کی بات چل رہی ہو تو اس کے درمیان وہ اپنے رشتے کی بات چلادے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس سے خود علیحدہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم کتاب النکاح)

محبّت و اخوّت پیدا کرنے کے لئے یہ پیاری تعلیم بھی دی کہ حضرت ابو درداءؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کی عزّت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا۔

(جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الذب عن عرض مسلم)

اسی طرح فرمایا:

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی خداتعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کو بیان کیا تو خدا قیامت کے دن اس کے عیوب کھول دے گا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الحدود)

آنحضرت ﷺ خود بھی صحابہ سے محبّت رکھتے اور اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے جس سے صحابہ میں اس تعلیم کا احترام بھی پیدا ہوا۔ ایک واقعہ احادیث میں یوں بیان ہوا ہے:

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بھائی مجھے بھی اپنی دعا میں یاد رکھنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی دی جاتی تو میں اتنا خوش نہ ہوتا جتنا اس کلمہ سے خوش ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنا بھائی پکارا ہے۔

ایک دوسرے کو عمداً ہی نہیں سہواً بھی تکلیف پہنچنے کے احتمال کو ختم کرنے کے لئے بھی آپؐ نے صحابہ کی تربیت فرمائی، ایک حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی اپنے بھائی کی طرف اسلحہ سیدھا نہ کرے کہ ہوسکتا ہے کہ شیطان بیچ میں آجائے اور وہ اسلحہ اس کے بھائی کو نقصان پہنچائے اور وہ خود بھی آگ میں جاگرے۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب من حمل علینا السلاح فلیس منا)

اسی تعلیم کو حکم و عدل اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے مظہر نے بھی خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خداتعالیٰ نے دو ہی قسم کے حقوق رکھے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ جو شخص حقوق العباد کی پروا نہیں کرتا وہ آخر حقوق اللہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے کیونکہ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا یہ بھی تو امرالٰہی ہے جو حقوق اللہ کے نیچے ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 270۔ 28۔ اپریل 1905ء)

ایک اور جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’یادرکھو تم میں اس وقت دو اُخوّتیں جمع ہو چکی ہیں۔ ایک تو اسلامی اُخوّت اور دوسری اس سلسلہ کی اُخوّت ہے۔ پھر ان دو اُخوّتوں کے ہوتے ہوئے گریز اور سردمہری ہو تو یہ سخت قابل اعتراض امر ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 269۔ 28۔ اپریل 1905ء)

جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کو چاہئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لیے دعا کریں، لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کونسا ایسا عیب ہے جو کہ دور نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیے۔...... جب خداتعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہیے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سردست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے، بلکہ لکھا ہے اَلْقُطْبُ قَدْ يَزْنِيْ کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لیے وہ پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہیے، بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو بلکہ وہ فرماتا ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (البلد:18) کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 60۔ 19۔ جون 1904ء)

کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا‘‘۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اسی تعلیم پر گامزن قافلہ احمدیت کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2003ء میں فرماتے ہیں:

’’یہ جماعت احمدیہ کا ہی خاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمت خلق اور خدمت انسانیت ہوسکتی ہے کرتے ہیں، انفرادی طور پر اور جماعتی طور پر بھی۔ تو احباب جماعت کو جس حد تک توفیق ہے بھوک مٹانے کے لئے، غریبوں کے علاج کے لئے، تعلیمی امداد کے لئے، غریبوں کی شادیوں کے لئے، جماعتی نظام کے تحت مدد میں شامل ہو کر بھی عہد بیعت کو نبھاتے بھی ہیں اور نبھانا چاہئے بھی۔

اللہ کرے ہم کبھی ان قوموں اور حکومتوں کی طرح نہ ہوں جو اپنی زائد پیداوار ضائع تو کر دیتی ہیں لیکن دکھی انسانیت کے لئے صرف اس لئے خرچ نہیں کرتیں کہ ان سے ان کے سیاسی مقاصد اور مفادات وابستہ نہیں ہوتے یا وہ مکمل طور پر ان کی ہر بات ماننے اور ان کی Dictation لینے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور سزا کے طور پر ان قوموں کو بھوکا اور ننگا رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔

(الفضل 13 جنوری 2004ء مشعل راہ جلد پنجم صفحہ 61)

اللہ کرے کہ ہم سب اس حسین تعلیم کو اختیار کر کے قرون اُولیٰ کی یادیں تازہ کرنے والے ہوں اور صحابہ کی سی محبّت و اُخوّت اور رحمت و تودّت ہمارے درمیان ہمیشہ قائم رہے۔ جس کے نتیجہ میں ہمارا یہ معاشرہ جنت نظیر ہو جائے، آمین۔

(قسط اوّل)

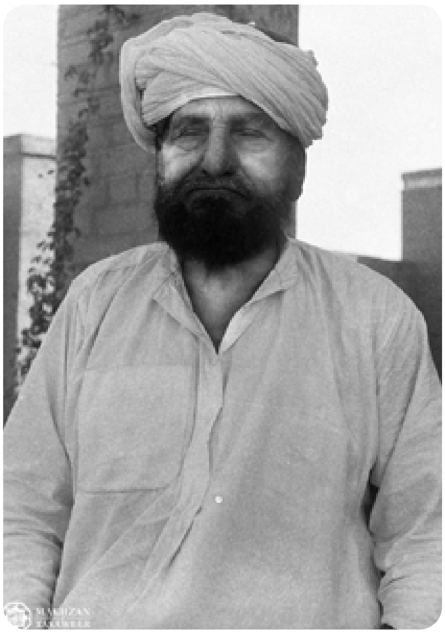

سیرت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

پیدائش اور قبل از بیعت ابتدائی حالات زندگی

مکرم مولانا منیر احمد منور صاحب۔ مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ

سیدنا مسیح الزمان اور مہدی دوران کی قوتِ قدسی اور تاثیر مسیحائی کے نتیجے میں پاک طینت بزرگوں کی جو جماعت پیدا ہوئی زیر نظر سطور میں، ان میں سے ایک قدسی صفت صحابی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا تذکرہ کرنا ہے۔ یہ تذکرہ عشقِ الٰہی، محبّتِ رسول ﷺ، اطاعتِ مسیح موعود علیہ السلام، تبلیغِ اسلام احمدیت، قبولیتِ دعا اور خلافتِ احمدیہ کی غلامی سے عبارت ایک کیف آور، روحانی داستان ہے۔

حضرت مولانا ابوالبرکات غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی ولادت 1877ء میں موضع راجیکی (ضلع گجرات) پنجاب میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں کرم دین صاحب اور والدہ محترمہ کا نام آمنہ بی بی صاحبہ تھا حضرت مولانا موصوفؓ برّ صغیر کے مشہور سورج بنسی خاندان کے چشم و چراغ اور وڑائچ قوم سے تھے۔ آپ کا خاندان اولیاء اللہ کا خاندان تھا۔ آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت محمد یحیٰ عرف میاں نور صاحبؒ چنابی اپنے زمانہ کے بڑے باعمل اور واصل باللہ بزرگ تھے۔ انہوں نے اس زمانہ میں ایک فارسی کتاب وسیلۃ الایمان اور دوسری قصیدہ آمالی کی عربی شرح تحریر فرمائی تھی۔

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ لکھتے ہیں:

’’یہ محض خدا تعالیٰ کا احسان تھا کہ اس نے میری پیدائش کے لئے ایک ایسا پاکیزہ خاندان انتخاب فرمایا جس کی خدا پرستی اور بے نفسی کی وجہ سے لوگ آج تک اسے سات پیڑ ھیئے (سات پشتوں والا) ولیوں کا خاندان کہتے ہیں۔ قرآن مجید کے ساتھ تو اس خاندان کو ایسا شغف تھا کہ بعض پشتوں میں اس کے نو نو دس دس حفّاظ ایک وقت میں مل جاتے تھے۔ پھر اس خاندان کی خواتین میں سے بعض کا یہ دستور العمل چلا آتا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے بچوں کو وضو کر کے دودھ پلایا کرتی تھیں۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء‘‘

(حیات قدسی صفحہ 7-6)

اسی تسلسل میں مزید لکھتے ہیں:

’’میری پیدائش پر میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب نے اصرار کیا کہ اس کا نام غلام رسول رکھا جائے۔ چنانچہ والد صاحب محترم نے بھائی صاحب کی خاطر یہی نام تجویز فرما دیا۔ حسنِ اتفاق سے میرے بھائی صاحب مرحوم کا رکھا ہوا یہ نام میری زندگی کے لئے ایک پیشگوئی ثابت ہوا اور واقعی میرے مولا کریم نے مجھے مرسلِ وقت علیہ السلام کی غلامی سے نواز لیا۔ میری والدہ ماجدہ نے بھی میری پیدائش سے پہلے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے سارا گھر جگمگا اٹھا ہے۔‘‘ (حیات قدسی صفحہ 8)

آپ نے پرائمری تک موضع منگووال (ضلع گجرات) میں تعلیم پائی۔ اور مڈل کی تعلیم کے لئے قصبہ کنجاہ میں داخل ہوئے۔ لیکن ہنوز تعلیم مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک بھائی کی وفات کی وجہ سے والد صاحب نے آپ کو واپس بلا لیا اور آپ نے اپنے گاؤں میں مولانا امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ سکنہ موضع گولیکی ضلع (گجرات) کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ آپ اپنی طالب علمی کے اِس دور کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’مولوی صاحب موصوفؓ نے پہلے تو پڑھانے سے کچھ تامّل فرمایا مگر بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ آپ ہمارے بزرگوں کی اولاد ہیں مجھے مثنوی (مولانا روم۔ ناقل) پڑھانے پر رضامند ہو گئے۔ تعلیم کے دوران میں آپ ہمارے بعض بزرگوں کی کراماتوں کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے اور بعض اُمور کے لئے مجھے دعا کی تحریک بھی کیا کرتے تھے۔ میں اُن دنوں اکثر صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا اور شام کی نماز کے بعد سورہ یٰسین، سورہ ملک، سورہ مزمل، درودِ اکبر، درودِ مُستغاث، درودِ وصال اور حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کے درودِ کبریتِ احمر کا وظیفہ بالالتزام کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں موضع گولیکی اور موضع خوجیانوالی کے درمیان ریگستانی ٹیلوں پر محاسبہ و مراقبہ کی غرض سے جایا کرتا اور گھنٹوں یادِ الٰہی میں تڑپ تڑپ کر روتا اور دعائیں کرتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں خلوت گزینی اور صحرا نشینی میرا محبوب مشغلہ تھا اور مجھے اس میں انتہائی لطف محسوس ہوتا

تھا مگر تاریک ماحول اور بچپن کی عمر کی وجہ سے میں اس وقت کسی کامل انسان کی دستگیری سے محروم تھا۔ کیونکہ اُس زمانہ میں جس قدر صوفی اور سجادہ نشین لوگ ہمارے علاقہ میں پائے جاتے تھے ان کے بیشتر مشاغل ہندو جوگیوں کی طرح کشف القبور، کشف القلوب اور سلب امراض تک محدود تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں چشتی اور نقشبندی خاندانوں کی ریاضتیں بھی تصورِ شیخ کی مشرکانہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ ایسے حالات میں جب کہ میرے آس پاس کے لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے تھے میرے لئے یہی چارہء کار تھا کہ خداوندِ کریم کی ازلی رحمتیں اور شفقتیں میری دستگیری فرمائیں اور ان فیج اعوج کی گمراہیوں سے مجھے محفوظ رکھیں۔ چنانچہ یہ خدا کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنی مخفی در مخفی حکمتوں کے ماتحت مجھے بچپن ہی سے ایسی راہوں پر چلایا جو آخر مجھے آستانہءِ سرمدی پر لانے کا موجب ہوئیں"۔

(حیات قدسی صفحہ 9)

انہی ایام میں جب کہ آپ روز وشب روحانی مجاہدات میں مصروف تھے ایک رات آپ نے خواب میں ایک ہندو آنہ شکل کے آدمی کو سیاہ رنگ کا کتّا پکڑے ہوئے اپنی راہ میں کھڑے دیکھا جو آپ کو اسے سجدہ کئے بغیر گذرنے سے روک رہا تھا۔ آپ اسے شرک کہہ کر انکار کرتے ہیں تو کتّا آپؓ کی راہ میں مزاحم ہوتا ہے، آپؓ فرماتے ہیں:

"اسی پس وپیش کی حالت میں جب میں بے حد پریشان تھا تو اچانک میرے پیچھے سے حضرتِ سرورِ کائنات ﷺ (فداہ نفسی) گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے میرے پاس پہنچے اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آیئے۔ چنانچہ میں ارشادِ گرامی کی تعمیل میں حضورِ انورؐ کے پیچھے ہولیا اور آپ مجھے اُس شاہراہ سے نکال کر ایک پگڈنڈی پر ساتھ لئے ہوئے۔ اُس ہندو اور کتّے سے کچھ فاصلہ پر پھر اُسی شاہراہ میں لے آئے اور فرمانے لگے اب اِس شاہراہ پر چلتے چلے جاؤ، یہ کتّا اب مزاحم نہیں ہوگا۔

(حیات قدسی صفحہ 10-9)

اُنہی ایام میں آپ نے خواب میں ایک شخص کو سبز رنگ کے کپڑے پہنے اپنے گاؤں موضع راجیکی کی مسجد کے باہر بطور دربان کھڑے دیکھا۔ ایک شخص سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص آپ کے جدّ امجد حضرت میاں نور صاحب چنابی علیہ الرحمۃ ہیں جو پہرہ دے رہے ہیں اور مسجد کے اندر آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں۔ حضرت میاں نور صاحب نے اُس شخص سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں آپ کی اولاد میں سے ہوں۔ تب آپ آگے بڑھے اور مجھے گود میں اُٹھا لیا"۔

عجیب بات ہے کہ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ نے اُس وقت اپنے آپ کو معصوم بچے کی شکل میں دیکھا اس کے بعد حضرت میاں نور صاحب نے آپ کو آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا اور آپ خواب سے بیدار ہوگئے۔ اُس زمانے کی روحانی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت راشدہ سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں اور اس کوچہ میں جو ہمارے گھر سے مغرب کی جانب شمالاً جنوباً چلا گیا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ مسمّیان اللہ جوایا اور نظام الدین بافندوں کی کھڈیوں کے پاس لوگ بڑی کثرت سے جمع ہیں۔ میں نے اُس وقت سامنے سے آنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا لشکر ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس لشکر میں موجود ہیں؟ تو اس نے کہا ہاں حضور ﷺ بھی موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنی جوتیاں وہیں پھینکیں اور بھاگتے ہوئے آنحضور کے لشکر میں جا ملا۔ وہاں دیکھا تو مشرقی جانب آنحضرت ﷺ نہایت شاہانہ ٹھاٹھ سے ایک ہاتھی کی عمّاری پر جلوہ فرما ہیں۔ اور اُس لشکر میں جس کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان پر چڑھائی کرنے والا ہے، حضور انور ﷺ لوگوں کو بھرتی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اپنے گاؤں کے لوگوں میں سے اُس وقت میں ہی حضور اقدس کی خدمتِ عالیہ میں آگے بڑھا اور تسلیمات عرض کرنے کے بعد اُس لشکر میں بھرتی ہوگیا۔ اِس کے بعد تمام فوجیوں کو برچھیاں دی گئیں اور حکم ملا کہ تم نے خنزیروں کو قتل کرنا ہے۔ ازاں بعد اچانک نظّارہ بدلا اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف بڑے بڑے فربہ خنزیر ہیں جنہیں ہم نے قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور جو خنزیر کسی سے قتل نہیں ہوتا، میں برچھی کے ایک وار سے اسے وہیں ڈھیر کر دیتا ہوں۔ اس رؤیائے صادقہ کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تبلیغ ہدایت کا موقع عطا فرمایا اور اس مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل، جس کی علامت آنحضرت ﷺ نے یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب قرار دی ہے، مجھے ہزاروں مرتبہ ایسے خنزیر صفت لوگوں کے مقابلہ میں اپنے فضل سے نمایاں فتح نصیب فرمائی ہے۔ اس رؤیا میں آنحضرت ﷺ کے ہندوستان پر چڑھائی کرنے سے اِس طرف اشارہ ہے کہ حضور کی بعثتِ ثانیہ اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ہندوستان کا ملک ہی مقدّر ہے اور دوسرے اس رباعی کی بھی تصدیق ہوتی ہے جو کسی گذشتہ بزرگ نے مرقوم فرمائی ہے۔

كَانَتْ لِآدَمَ اَرْضُ الْهِنْدِ مُنْهَبِطاً
وَ فِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَشْعُوْلُ
مِنْ هٰهُنَا مُسْتَبِينٌ اَنَّ مَهْدِينَا
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

(حیات قدسی صفحہ 10-11)

(سرزمینِ ہند آدم کے اُترنے کی جگہ تھی اور اس میں اللہ کا نور ہر آن شعلہ زن تھا۔ اسی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہمارا مہدی اللہ کی سونتی ہوئی اعلیٰ پائے کی ہندی تلوار ہے۔ (ترجمہ از ناقل)

اوائل عمری میں حق کی مسلسل جستجو کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی رہنمائی کس طرح امام زمانہ کی طرف کی گئی اپنے ان اعلیٰ درجے کے روحانی تجارب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا

کہ ایک اندھے کنویں میں گرا ہوا ہوں اور حیران وششدر کھڑا ہوں کہ اچانک اوپر سے میری طرف گیارہ ہاتھ بڑھائے گئے مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان گیارہ ہاتھوں کا پنجہ ایک ہی تھا، اُس پنجہ نے مجھے پکڑا اور اس کے ذریعہ سے میں اس اندھے کنویں سے باہر نکال لیا گیا۔ باہر آ کر جب میں نے گیارہ اشخاص کو دیکھا تو ان کی تعریف پوچھی اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم گیارہ نبی ہیں جو آپ کو اس اندھے کنویں سے نکالنے کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ ان میں حضرت آدمؑ کے علاوہ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ بھی تھے۔ کنویں سے نکلنے کے بعد جب میں نے دوسری جانب نظر اٹھائی تو گیارہ آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو انہی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے فرمایا کہ یہ لوگ یوسف کے گیارہ بھائی ہیں۔

اس رؤیائے صادقہ کی تعبیر بھی مجھے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے بعد ہی معلوم ہوئی کہ اندھا کنواں دراصل وہ فیج اعوج کے بگڑے ہوئے عقائد واعمال تھے جن میں اس وقت کے برادرانِ طریقت فطرتِ اسلامی کو دھکیل رہے تھے۔ ایسا ہی گیارہ ہاتھوں کے ایک پنجہ کی حقیقت بھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جری اللہ فی حلل الانبیاء (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ترجمہ: اللہ کا رسول نبیوں کے لبادہ میں۔ ناقل) ہونے کی وجہ سے معلوم ہوئی اور وہ گیارہ آدمی بھی جو برادرانِ یوسف تھے، وہ بھی مجھے احمدی ہونے کے بعد ہی معلوم ہوئے کہ دراصل یہ لوگ ہمارے ہی خاندان کے گیارہ گھر تھے جو میرے احمدی ہونے کی وجہ سے میرے بے حد معاند ہو گئے۔

(حیات قدسی صفحہ 12)

اِسی سلسلہ میں بیعت سے قبل میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں ایک چھت والے مکان کے نیچے کھڑا ہوں اور مجھے اس کے چاروں طرف کھلے ہوئے دروں میں سے آسمان نظر آ رہا ہے۔ اس اثناء میں اچانک آسمان پھٹا اور اس میں سے ایک نوجوان اُتر کر اسی مکان کی چھت پر آ بیٹھا اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگا کہ نیچے کون ہے؟ میں نے کہا، میں غلام رسول ہوں تو اس نے کہا کہ غلام رسول جھولی کر (یعنی دامن پھیلا) چنانچہ جب میں نے دامن پھیلایا تو اس نے میرے دامن میں چودس (چودھویں۔ ناقل) کا چاند ڈال دیا۔ میں نے جب اس چاند کو اپنے سینہ سے لگایا تو عجیب بات ہوئی کہ وہ میرے وجود میں سما گیا۔ اِس کے بعد جب میں نے اُس نوجوان کو دیکھنے کے لئے نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بے نظیر حسن وجمال کا مجسّمہ میرے سامنے کھڑا ہے تب میں نے اُس سے دریافت کیا کہ آپ کا اسمِ شریف کیا ہے؟ تو اس نے جواب میں فرمایا میرا نام جبرائیل ہے۔

اس رؤیائے صادقہ کی تعبیر بھی مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعتِ راشدہ کے بعد معلوم ہوئی کہ اس چودھویں کے چاند سے مراد فی الاصل چودھویں صدی کے مجدّدِ اعظم مسیح محمدی علیہ السلام ہی ہیں۔

(حیات قدسی صفحہ 13)

آپ اپنے ایّام جوانی کے روحانی تجربات کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے جدِّ امجد قادری سلسلہ سے منسلک تھے اس لئے آپ بھی قادری سلسلے میں متداول اذکار و اوراد بکثرت کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے کی ایک رؤیا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس محویت کے زمانہ میں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس کے جسم کی اونچائی دوشِ انسانی تک پہنچتی ہے۔ وہ تقریباً دو تین قدم کے فاصلہ پر مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اُس وقت میں نہایت افسردہ خاطر ہو کر بغداد شریف کی طرف منہ کئے ہوئے خیال کرتا ہوں کہ اگر اس وقت غوثِ اعظم میری فریاد رسی فرمائیں تو اس بلائے عظیم سے نجات مل سکتی ہے۔ چنانچہ میں اِسی خیال میں تھا کہ اچانک حضرت سیّد عبد القادر صاحب جیلانیؒ تشریف لائے اور اُس اژدہا کے کنڈل سے باہر کھڑے ہو کر مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور باہر نکال لیا۔

اِس خواب کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوئی کہ خداوند کریم کی قادرانہ تجلی مجھے دنیا کے اژدہا سے بچانے کا موجب ہو گی۔ چنانچہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام، جن کا ایک نام، الٰہی بشارتوں میں، عبد القادر بھی ہے، مجھے اس دنیا کے اژدہائے عظیم سے بچانے کا موجب ہوئے اور آنحضور اقدس علیہ السلام نے وقت پر میری فریاد رسی فرمائی۔

قربان تست جانِ مَن اے یارِ مُحسنم
بامَن کُدام فرق تو کردی کہ مَن کنم

(حیات قدسی صفحہ 14)

(ترجمہ: اے میرے محسن آقا! میری جان تجھ پر قربان، میرے ساتھ کب تُو نے فرق کیا جو میں (فرق) رکھوں۔ ناقل)

قبل از بیعت کے زمانے میں اپنی ایک روحانی پرواز کا تذکرہ کرتے ہوئے، جس کی تعبیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت پر منتج ہوئی، فرماتے ہیں:

اُنہی دنوں میں مجھے ایک مرتبہ موضع سعد اللہ پور جانے کا اتفاق ہوا چونکہ اس موضع میں کئی لوگ والد صاحب محترم کے ارادتمندوں میں سے تھے اِس لئے مجھے رات وہاں ہی قیام کرنا پڑا مگر جب شام کا جھٹپٹا ہوا تو مجھ پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوئی جس کے غلبہ و اِستیلا کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو بے خود سا پایا اور شام کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس کیفیت کی بناء پر جس جگہ دعوتِ طعام تھی وہاں جانے سے معذرت کر دی اور عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد میں ہی سو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پرواز کرتے کرتے سات آسمانوں سے بھی اوپر ایک ایسے مقام پر پہنچا ہوں جس کے متعلق مجھے محسوس کرایا گیا کہ یہ مقام لامکان ہے اور اُس وقت میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ میری اِس پرواز کی جائے فراز عین بغداد شریف کے محاذ میں واقع ہے اور حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ بنفسِ نفیس بغداد میں موجود ہیں، چنانچہ میں اُسی وقت

ان کی زیارت کے خیال سے بغداد میں اُترا اور اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت ایک پلنگ پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے جلوہ فرما تھے جس پر نہایت ہی خوبصورت بچھونا لگا ہوا تھا۔ جب میں آپ کے پلنگ سے نیچے یا پاپوش کی جگہ پر بیٹھ گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ میری پشت پر رکھے اور فرمایا پڑھ حَقّ سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَ نُوْرُہٗ اور اُڑ جا۔ چنانچہ میں نے حسبِ ارشاد حَقّ سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَ نُوْرُہٗ پڑھتے ہوئے دوبارہ پرواز شروع کر دی اور اُڑتا ہوا مشرق کی طرف چلا گیا۔

اس خواب میں تعبیرِ پرواز تو آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی الصلوۃ معراج المومن سے ہی ظاہر ہے مگر اس کے بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا حَقّ سُبْحَانَہٗ سُبْحَانَ نُوْرُہٗ پڑھا کر دوبارہ پرواز کا حکم دینا اور میرا اُڑتے ہوئے مشرق کی طرف چلے جانا، اِس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میری روحانی تکمیل کے لئے مجھے وہ قادر و توانا خدا اپنے جمال و جلال کی ایک ایسی جلوہ گاہ نصیب فرمائے گا جو اپنی ضوفشانی اور جائے وقوع کے لحاظ سے بغداد سے مشرق کی طرف واقع ہو گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق کہ ؎

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
چوں خود بہ مشرق است تجلّی نیّرم

مجھے مشرق کی طرف سے خداتعالیٰ نے اس فیضانِ نبوت سے مستفیض فرمایا جو افاضاتِ ولائت سے کہیں بڑھ کے تھا۔ الحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک۔

(حیات قدسی صفحہ 15-14)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے قبل کے روحانی تجارب میں دنیائے تصوّف کی عظیم ہستی حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے بطریقِ رؤیا ان کی مشہور مثنوی کی تعلیم بھی حاصل کی جو آپ کا ہی خاصہ ہے۔ اس لذیذ حکایت تصوّف اور وارداتِ روحانی کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"میں جن ایام میں موضع گولیکی میں مولانا امام الدین صاحبؓ سے مثنوی مولانا روم پڑھا کرتا تھا، اُس زمانہ کا ذکر ہے کہ مثنوی کے بعض مشکل مقامات، جن کی تفہیم مجھے مولوی صاحب موصوف سے نہ ہو سکتی، وہ مقامات حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ مجھے خود آ کر سمجھا جاتے۔ چنانچہ ایسے ہی مواقع پر تقریباً سات آٹھ مرتبہ رؤیا و کشوف میں مجھے آپ سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے، ان مقامات میں سے ایک مقام مثنوی کے سب سے ابتدائی شعر کا بھی تھا، جس میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ؎

بشنو از نَے چوں حکایت مے کند
و از جدائی ہا شکایت مے کند

کلام قدسی

جہاں ہے لوحِ اقدس مصحفِ تدریسِ عرفانی
اسی سے قلبِ عارف پر کھلیں اسرار ربّانی

مبارک ہیں نگاہیں جو شناسائے حقائق ہیں
نظر آئے جنہیں ہر ذرہ سے خورشید حقانی

ہے ملت کی حقیقت ضابطہ اور جادۂ سالک
کہ تا وہ خلق سے خالق تلک پہنچے بآسانی

خودی اور خود روی ہے بُعدِ منزل اور حجاب اپنا
وگرنہ نحن اقرب کی صدا ہے مژدۂ فانی

خدا کا عبد بننا ہے بہت مشکل، بہت مشکل
نہ ہو جب تک میسر ضبط اور ایثار و قربانی

ثریٰ سے تا ثریّا ذرہ ذرہ تیرا خادم ہے
کہ تا خادم بنے تو بھی دکھا کر شانِ انسانی

تیری تقدیس کے جلوہ سے منظر طور کا عالم
کلیم آسا بنا ہر ایک قدسی مست صمدانی

(حیات قدسی حصہ سوم صفحہ 27)

(ترجمہ از ناقل: بانسری سے سن کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے۔)

اِس شعر کے لفظ 'نے' (بانسری۔ ناقل) کی تشریح سے جب میری مولوی امام الدین صاحبؓ سے تشفّی نہ ہوئی تو مولانا رومؒ نے خود تشریف لا کر مجھے سمجھایا کہ 'نے' سے واصل باللہ (اللہ تک پہنچا ہوا) انسان مراد ہوتا ہے جو وصالِ الٰہی کے بعد نبی و رسول کا مرتبہ حاصل کر کے مخلوق کی طرف مامور کیا جاتا ہے تا کہ بھٹکی ہوئی روحیں، جن کی خدا سے جدائی کا وہ شاکی ہے، انہیں وصالِ الٰہی کی منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ پس 'نے' سے مراد ہر ایک واصل باللہ انسان نہیں بلکہ نبی و رسول ہے جسے ایک طرف وصالِ الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے اور جو دوسری طرف وہ مخلوق کی خدا سے جدائی میں لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (ترجمہ از ناقل) کیا اس غم میں تو اپنے نفس کو ہلاک کر لے گا کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے) کا مقام بھی رکھتا ہے۔

(حیات قدسی صفحہ 15-16)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا مثنوی مولانا روم پڑھنا بھی ان کو امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی طرف راغب کرنے والی وجوہات میں شامل ہے۔ آپ کی قبولِ احمدیت کا احوال اگلی قسط میں بیان کیا جائے گا، ان شاءاللہ۔

بقیہ: اطاعت کس کی اور کیوں کی جائے؟ از صفحہ 32

میں اس الٰہی جماعت کے فرد ہیں، ہمارے لئے اطاعت خلافت اور اطاعت نظام کا مضمون غیرمعمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم گہری نظر کے ساتھ اور عرفان کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں سے آگاہی حاصل کریں اور خداتعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہوئے، اسلام کی حقیقت پر قائم ہوتے ہوئے، اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کریں تا کہ اطاعتِ الٰہی کی برکات سے حصہ پائیں اور ہماری دنیا و آخرت سنور جائیں اور اسلام پر ہی آئے جب آئے قضا ہمیں۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ

انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟ مذہب یا دہریت

ابو نائل

حال ہی میں ایک ویڈیو منظر عام پر آئی۔ اس ویڈیو میں مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے ایک شاعر محترم فقیر سائیں صاحب کا انٹرویو لیا ہے۔ ڈاکٹر پرویز ہود بھائی پاکستان میں فزکس کے نامور پروفیسر ہیں۔ اور ان کے متعدد تحقیقاتی مقالہ جات بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر ہود بھائی پاکستان میں تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لئے کئی دہائیوں سے کوشاں ہیں۔ ان کا نام نامی پاکستان کے علمی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

کیا مذہب سوال کرنے سے روکتا ہے؟

اس انٹرویو میں ان دونوں حضرات نے اس رائے کا اظہار کیا کہ پاکستانیوں میں بالعموم اور طلباء میں بالخصوص سوال کرنے کی عادت ختم ہوگئی ہے۔ اور ان کی طبیعتوں میں تجسس بالکل نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ سائنسی اور ذہنی پسماندگی کی صورت میں نکل رہا ہے۔ اور دونوں اس بات پر متفق تھے کہ اس پسماندگی کی وجہ مذہب کا اثر ہے۔ کیونکہ مذہب اطاعت کا سبق دیتا ہے اور صرف اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ”مانو“، اس لئے جب کوئی سوال اُٹھائے تو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو ابلیس کے نرغے میں آ گیا ہے۔

اس انٹرویو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں

ہود بھائی: اب سائنس کی بنیاد بھی تو تجسس ہے نا، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے اور ایسا کیوں ہے اور اس کے پیچھے جو وجوہات ہیں، وہ تلاش کرتے ہیں۔ لیکن جب ایمان ہم پر حاوی ہوجاتا ہے تو پھر وہ سوچنے سمجھنے اور سوال کرنے کی صلاحیتیں مفقود ہوجاتی ہیں...... اس چوکھٹ کے اندر آپ رہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، اس کے باہر دیکھنا، اس طرف دیکھنا، یا اُس طرف دیکھنا۔ پھر وہ ایک اچھی چیز نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں تک کہ اس کو کفر بھی کہا جاتا ہے۔

پھر یہ مکالمہ اس طرح جاری رہا

فقیر سائیں: اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ جو لکھتے ہیں جو شاعر ہیں، اگر ہم تجسس کو بڑھاوا دے رہے ہیں اور پرموٹ کر رہے ہیں تو یہ ہماری طرف سے بڑی خدمت ہوسکتی ہے، معاشرے کی۔ چاہے کوئی ہماری بات سنے یا نہ سنے، مانے یا نہ مانے، لیکن ہم نے یہ کام کرتے جانا ہے۔

ہود بھائی: مگر لوگ کہتے ہیں یہ تو پھر ابلیس کے نرغے میں آگئے، شیطان آپ کو اکساتا ہے سوال کرنے پر۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ مجھے کچھ یاد آرہا ہے آپ نے کچھ لکھا بھی تھا اس کے اوپر؟

ہمیں خوشی ہے کہ خود مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے فرمایا کہ ہر چیز کے بارے میں سوالات اٹھانا ضروری ہے۔ ہم اسی کلیہ کو ان کے نظریات پر لاگو کر کے ان کے اور فقیر سائیں صاحب کے نظریات کے بارے میں چند سوالات اُٹھائیں گے اور حقائق کی روشنی میں ان کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

کیا مذہب سوال کرنے سے روکتا ہے؟

سب سے پہلے ہم یہ جائزہ لیں گے کہ اس بارے میں اسلامی تعلیم کیا ہے؟ اور جب اسلامی تعلیم کی بات ہو تو لازمی طور پر پہلے قرآن کریم کے احکامات کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ کیا علم بڑھانے کے لئے سوال کرنے کی ممانعت کی گئی ہے؟ کیا عہد نبوی ﷺ میں مسلمان رسول اللہ ﷺ سے سوالات کیا کرتے تھے؟ اس سلسلہ میں چند آیات کریمہ درج کی جاتی ہیں۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (المعارج:2)

ترجمہ: کسی پوچھنے والے نے ایک لازماً واقع ہونے والے عذاب کے بارے میں پوچھا۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ (البقرہ:187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ تو میں قریب ہوں۔

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ (القیامہ:7)

ترجمہ: وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا؟

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا (الاحزاب:64)

ترجمہ: لوگ تجھ سے ساعت کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور تجھے کیا چیز سمجھائے کہ شاید ساعت قریب ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا (النازعات:42)

ترجمہ: وہ قیامت کی گھڑی کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (طٰہٰ:106)

ترجمہ: وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر دے گا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (الکھف:84)

ترجمہ: وہ تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال

کرتے ہیں۔ کہہ دے میں ضرور اس کا کچھ ذکر تم پر پڑھوں گا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:86)

ترجمہ: اور وہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (الانفال:2)

ترجمہ: وہ تجھ سے اموال غنیمت سے متعلق سوال کرتے ہیں......

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ (الاعراف:188)

ترجمہ: وہ تجھ سے قیامت سے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اسے بپا ہونا ہے۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔...

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ (المائدۃ:5)

ترجمہ: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔...

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ۔ (البقرۃ:223)

ترجمہ: وہ تجھ سے حیض کی حالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ یہ ایک تکلیف [کی حالت] ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى (البقرہ:221)

ترجمہ: وہ تجھ سے یتامیٰ کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ (البقرہ:220)

ترجمہ: وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ [بھی] ہے۔ اور لوگوں کے لئے فوائد بھی۔ اور دونوں کا گناہ [کا پہلو] ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔ اور وہ تجھ سے [یہ بھی] پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دے کہ [ضروریات میں سے] جو بھی بچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم تفکر کرو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرہ:218)

ترجمہ: وہ تجھ سے عزت والے مہینے یعنی اس میں قتال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (البقرۃ:216)

ترجمہ: وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ تو کہہ دے کہ تم اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر۔ اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اس کا خوب علم رکھتا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ (البقرۃ:190)

ترجمہ: وہ تجھ سے پہلی تین راتوں کے چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج کی [تعیین] کا بھی۔

اوپر درج کی گئیں آیات کریمہ سے واضح ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ سے ہر طرح کے سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے یہ سوال بھی کیا جاتا تھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ سے دریافت کیا جاتا تھا کہ عذاب کب آئے گا؟ آپ سے چاند کی تاریخوں کے متعلق سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے حرمت کے مہینوں کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے مالی امور کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ آپ سے تاریخی واقعات کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ حیض جیسے مسائل تک کے بارے میں سوالات کئے گئے۔ الغرض قرآن کریم گواہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ سے ہر قسم کے سوالات کئے جاتے تھے۔ اور ان مذکورہ سوالات کے جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ تمہیں سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ان کے جوابات قرآن کریم میں درج ہیں۔ صرف ان سوالات کے کرنے سے منع کیا گیا جن کے نتیجہ میں انسان مشکل میں مبتلا ہوں۔ (سورۃ المائدہ:102)

اس انٹرویو میں مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی صاحب نے فرمایا تھا "لیکن جب ایمان ہم پر حاوی ہوجاتا ہے تو پھر وہ سوچنے سمجھنے اور سوال کرنے کی صلاحیتیں مفقود ہوجاتی ہیں"۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور آپ کے صحابہ کے ذہنوں پر حاوی تھا۔ لیکن یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ ان میں سوال کرنے کی صلاحیت تو مفقود نہیں ہوئی تھی۔ کسی بھی نظریہ کو تسلیم کرانے کے لئے شواہد پیش کرنے پڑتے ہیں۔ مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی اور مکرم فقیر سائیں صاحب نے ایک نظریہ پیش کیا لیکن اس کے حق میں کوئی ثبوت پیش نہیں کئے۔ اور مذکورہ آیات اس نظریہ کو غلط ثابت کر رہی ہیں۔

کیا مذہب تبادلہ خیالات اور غور و فکر سے روکتا ہے؟

اب ہم ایک مختلف پہلو سے اس بحث کا تجزیہ کرتے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے مطابق صرف رسول اللہ ﷺ سے سوالات کئے جاتے تھے کہ دوسروں سے سوالات کرنے کی ترغیب بھی دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل:44)

ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الانبیاء:8)

ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ (سورۃ البقرہ:212)

ترجمہ: بنی اسرائیل سے پوچھ لے ہم نے ان کو کتنے ہی کھلے کھلے نشان دیئے تھے۔

ان مثالوں سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں دوسروں سے سوالات کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ سوالات کرنے سے ہی تبادلہ خیالات ہوتا ہے اور عقل اور علم ترقی کرتے ہیں۔ مکرم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے فرمایا ہے کہ جو سوال کرے اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ابلیس کے نرغے میں آ گیا۔ مجھے علم نہیں کہ وہ کس مذہب کی بات کر رہے ہیں۔قرآن کریم تو اپنے تابعین کو سوالات کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے مطابق تو ابلیس نے کوئی سوال کیا ہی نہیں تھا۔ اس نے کسی سوال اور جواب کے بغیر اظہار تکبر کیا تھا۔ البتہ فرشتوں نے آدم کی تخلیق کے وقت یہ سوال کیا تھا۔

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡہَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡہَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ (البقرۃ:31)

ترجمہ: اور [یاد رکھ] جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اس میں وہ بنائے گا جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں...

قرآن کریم کی رو سے حضرت آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے سوال کیا تھا اور ابلیس نے بغیر کسی سوال کے صرف تکبر کا اظہار کیا تھا۔ تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ سوال کرنا ابلیس کی پیروی کرنا ہے۔

اگر یہ بات درست ہوتی کہ مذہب صرف یہ تاکید کرتا ہے کہ تم صرف مانو اور سوال اور تجسس سے منع کرتا ہے تو قرآن کریم میں بار بار غور وفکر کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ مَثۡنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوۡا ۟ مَا بِصَاحِبِکُمۡ مِّنۡ جِنَّۃٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا نَذِیۡرٌ لَّکُمۡ بَیۡنَ یَدَیۡ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ (سبا:47)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میں محض تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم دو دو اور ایک ایک کر کے اللہ کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ پھر خوب غور کرو۔ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تو محض ایک سخت عذاب سے پہلے تمہیں ڈرانے والا بن کر آیا ہے۔

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ (البقرہ:220)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم تفکر کرو۔

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ (البقرہ:267)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے [اپنے] نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم تفکر کرو۔

اَفَلَا تَتَفَکَّرُوۡنَ (الانعام:51)

ترجمہ: کیا تم تفکر نہیں کرتے۔

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران:192)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں۔ [اور بے ساختہ کہتے ہیں] اے ہمارے رب تو نے ہرگز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تو پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ چند مثالیں واضح کر دیتی ہیں کہ قرآن کریم انبیاء کی بعثت پر، قرآن کریم کی آیات پر اور سائنسی امور پر غور وفکر کا حکم دیتا ہے۔ سوچ کے دروازے بند نہیں کرتا۔ اگر مذہب لوگوں کو بغیر دلیل اور سوال کے صرف ماننے کی تلقین کرتا تو تین مرتبہ قرآن کریم میں غیر مذاہب کے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان نہ کیا جاتا کہ "ھَاتُوۡا بُرۡھَانَکُمۡ" یعنی اپنی دلیل پیش کرو۔ (البقرہ:112، الانبیاء:25، النمل:65)

فلسفیوں کے نزدیک انسانی آزادی کا تصور

کم از کم دو تین ہزار سال سے فلسفیوں کی طرف سے مذہب پر اس قسم کے سوالات اُٹھائے جا رہے ہیں کہ مذہب غلام اور محکوم بناتا ہے۔ اور ذہنی آزادی کو ختم کرتا ہے۔ یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ اتنی صدیوں سے فلسفی کیا نظام تجویز کرتے رہے ہیں؟ ایک ایسا نظام جس کی بنیاد مذہب نہ ہو۔ جس کی بنیاد خدا کی راہنمائی نہ ہو۔ ایک ایسا نظام جسے اُس دور کے چوٹی کے ذہنوں نے تجویز کیا ہو۔ ایک ایسا ہی نظام افلاطون (Plato) نے تجویز کیا تھا، ایک آئیڈیل ریاست ہے۔ اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اس ریاست میں انسانوں کی آزادی کے لیے کیا انتظامات تجویز کئے گئے تھے۔ فلسفے کی تاریخ میں یہ پہلا قابل ذکر ریاستی نظام تھا جو کہ کسی فلسفی نے تجویز کیا تھا۔ اور اب تک فلسفہ کی دنیا میں افلاطون کے خیالات کو ایک خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

اس تجویز کردہ نظام میں افلاطون نے بیان کیا تھا کہ شہریوں کو تین طبقات میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ ایک طبقہ عام شہریوں کا ہوگا۔ ایک طبقہ سپاہیوں کا ہوگا۔ اور ایک قلیل لوگوں کا طبقہ اس ریاست کے "سرپرستوں" کا ہوگا۔ ساری سیاسی طاقت ان "سرپرستوں" کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور یہ سرپرست فلاسفر ہوں گے۔ گویا اس نظام کی بنیاد ہی یہ تھی کہ انسانی مساوات کو ختم کر دیا جائے۔ اور جو جس طبقے میں پیدا ہوگا اسی طبقے میں رہے گا۔ البتہ استثناء کے طور پر کچھ لوگوں کو اپنے آبائی طبقہ سے اوپر جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اس طرح فلاسفروں نے یہ تجویز کیا تھا کہ دنیا میں فلاسفروں کی نسلی حاکمیت قائم کر دی جائے اور باقی انسان ان کے محکوم بن کر گذارا کریں۔ اور اس حاکم طبقے کے اختیارات کی کوئی حدود مقرر نہیں کی گئیں۔

چونکہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ مذہب تعلیمی آزادی پر قدغن لگاتا ہے۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ فلاسفروں کی اس ریاست میں تعلیم کا نظام کتنا آزاد ہوگا۔ شروع

ہی سے طلباء کو جو کچھ پڑھنے کو ملے گا اسے ریاست سنسر کرے گی۔ یہاں تک کہ نوجوان جو موسیقی سنیں گے وہ بھی ریاست سے منظور شدہ ہو گی۔ تا کہ ان کی پروان ریاست کی خواہش کے مطابق ہو۔ اور یہاں تک کہ مائیں بچوں کو جو کہانیاں سنائیں گی وہ بھی ریاست یا فلاسفروں کے اس صاحب اقتدار طبقہ سے منظور شدہ ہوں گی۔

فلاسفروں کی یہ حکومت لوگوں کے باورچی خانوں میں بھی کافی دخل اندازی کرے گی۔شہریوں پر پابندی ہو گی کہ وہ گوشت اور مچھلی اچھی طرح بھون کر کھائیں۔ چٹنیوں اور مٹھائیوں پر پابندی ہو گی۔کیونکہ افلاطون کا یہ خیال تھا کہ اس طرح ڈاکٹروں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔[ڈاکٹر اس تجویز پر بہر حال خوش نہیں ہوں گے]

پڑھنے والے سوچتے ہوں گے کہ اس فلسفیانہ ریاست میں لوگ شادی کیسے کریں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس طرح شادیاں نہیں کریں گے جیسے دنیا میں کی جاتی ہیں۔ بلکہ بہت سے مردوں کی بہت سی بیویاں ہوں گی۔ اور ریاست یہ فیصلہ کرے گی کہ کس نے کس کے گروپ میں شامل ہونا ہے تا کہ اچھی نسل حاصل کی جا سکے۔ اور کسی کو نہیں پتہ ہو گا کہ وہ کس کی اولاد ہے۔ اور بچوں کو پیدا ہونے کے بعد ماں باپ سے لے کر ریاست کی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں فلاسفروں کی اس ریاست میں انسانوں سے وہ سلوک ہو گا جو کہ گھوڑوں سے اصطبل میں اور جانوروں سے ڈیری فارم میں ہوتا ہے۔ کیا یہ آزادی ہے؟ کیا اس طریق پر لوگوں کو مذہب کی زنجیروں سے آزاد کیا جائے گا؟ کیا اس طریق پر لوگوں کو ذہنی آزادی دلائی جائے گی؟ یہ آزادی نہیں بلکہ فلاسفروں کی غلامی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مذہب انسانوں کو آزادی دیتا ہے اور فلاسفر انہیں اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔

(The History of Western Philosophy, by Bertrand Russel, published by SIMON AND SCHUSTER, NEW YORK p 108-110)

حیرت تو اس بات پر ہے کہ اب تک ایک طبقہ جو کہ مذہب پر شدید تنقید کرتا ہے، افلاطونی خیالات پر سر دھنتا ہے اور اسے فلسفہ کے عظیم بانیوں میں شمار کرتا ہے۔ ادب سے عرض ہے کہ خود ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے اپنے ایک مضمون میں جو کہ یکم فروری 2020 کو روزنامہ ڈان میں شائع ہوا، افلاطون کے طریقہ تدریس کی تعریف کی تھی۔ کیونکہ وہ اپنے طلباء کو ریاضی اور جیومیٹری پڑھاتے ہوئے ہر چیز کی صحیح تعریف دریافت کرتے تھے۔ ریاضی اور جیومیٹری کا ذکر تو ایک طرف رکھیں لیکن اگر اس افلاطونی انداز میں دنیا کو چلانے کی کوشش کی گئی تو دنیا اس تباہی کا منہ دیکھے گی جس کی مثال اب تک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

نطشے نے مذہب سے کس طرح آزادی دلائی

ان گذارشات پر شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تو قبل مسیح دور کی باتیں ہیں۔ اس وقت فلسفہ ابھی خام حالت میں تھا۔ اب تو فلاسفر بالغ ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب ہم فلسفہ کے اس دور میں داخل ہوتے ہیں جسے جدید دور کہا جاتا ہے۔یعنی انیسویں صدی کا آخر۔ ہم جرمن فلاسفر فریڈرش نطشے [Friedrich Nietzsche] کی مثال پیش کریں گے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نطشے کا شمار جدید دہریہ فلسفے کے بانیوں میں کیا جاتا ہے اور خود محترم ڈاکٹر پرویز ہود بھائی صاحب نے اسے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

The notion of rationality - which is so crucial to science - exists within every idea system although the importance assigned to it may vary. What does rationality mean? The 19th century philosopher Nietzsche gave a succinct definition: rationality is a matrix of connections which assigns cause to effect. Looking for the roots of rationality, Nietzsche delved deep into the psycho-biological roots of epistemology.

(Islam and Science Religious Orthodoxy and The Battle for Rationality Pervez Hoodbhoy, published by Zed Publications 1991, p 119)

ترجمہ: عقلیت کا نظریہ سائنس کے لئے بہت اہم ہے۔ یہ نظریہ ہر نظریاتی نظام میں موجود ہے اگرچہ مختلف نظاموں میں اسے مختلف اہمیت دی گئی ہے۔ انیسویں صدی کے فلاسفر نطشے نے اس کی بہت مختصر اور جامع تعریف کی ہے۔عقلیت روابط کا ایک نظام ہے جو کہ علت اور معلول کو متعین کرتا ہے۔عقلیت کی جڑوں کو تلاش کرتے ہوئے نطشے نے علمیات یا نظریہ علم کی نفسیاتی اور حیاتیاتی جڑوں کا گہرا جائزہ لیا ہے۔

اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اس فلاسفر نے انسانوں کو خدا کے تصور سے علیحدہ کر کے کیسی آزادی دلائی۔

1882میں جرمن فلاسفر نطشے نے ایک تمثیل لکھی جس کا نام The Parable of the Madman تھا۔ اس تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دن کے وقت لالٹین ہاتھ میں لی اور باہر نکل کر آوازیں لگانی شروع کیں کہ خدا کہاں ہے؟ اور پھر اس نے اعلان کیا کہ ہم نے [نعوذ باللہ] خدا کو قتل کر دیا ہے۔ میں اور تم اس کے قاتل ہیں۔ ہمارے ہاتھوں سے یہ خون کون صاف کرے گا؟

ان خیالات میں خدا کے وجود سے انکار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نطشے نے کن خیالات کا اظہار کیا؟ ان کے نزدیک کوئی خدا موجود نہیں تھا۔ ان پر کوئی مذہبی اثر نہیں تھا۔ انہوں نے دنیا کے لئے کیا نظام تجویز کیا؟ کیا ان کے تجویز کردہ نظام میں انسانوں کے لئے آزادی کا پیغام تھا؟

اس تمثیل کے تین سال بعد 1885ء میں نطشے نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام Thus Spoke Zarathustra تھا۔ اس کتاب میں انہوں نے نظریہ پیش کیا کہ انسان تو بندر سے بھی زیادہ بندر ہے اور اعلیٰ ترین انسان بھی ننگے ہیں۔ دنیا بھر کے انسانوں کا یہی مقصد ہے کہ وہ غلاموں کی طرح ایک برتر قسم کا انسان Overman بنانے کی کوشش کریں۔ اس برتر انسان کی راہ میں خدا کا تصور حائل تھا۔ اب یہ تصور ختم ہو گیا ہے تو یہ فرضی برتر انسان ظہور کرے گا۔ یہ فرضی انسان ایک علیحدہ مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے نظریہ پیش کیا کہ انسانیت کو نظر انداز کر کے اس برتر

انسان کو ڈھونڈنا پڑے گا۔ اور جن انسانوں کو انہوں نے اپنے زعم میں خدا کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، ان کے لئے یہ لائحہ عمل تجویز کیا:

I love those who...... sacrifice themselves for the earth, so that the earth may one day become the overman's.

(Thus Spoke Zarusthra p 8)

ترجمہ: میں ان سے محبّت کرتا ہوں جو کہ خود کو زمین پر قربان کر دیتے ہیں تا کہ یہ زمین ایک دن اُس برتر انسان کی ملکیت بن جائے۔

اس طرح خدا کے تصور سے علیحدہ کر کے انسانیت کو آزاد نہیں کیا جا رہا بلکہ ایک فلسفیانہ نظریات کی پیداوار فرضی برتر انسان کی غلامی میں دھکیلا جا رہا ہے۔ اور اسے یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ تم ان نظریات پر قربان ہو جاؤ۔ نطشے کا نظریہ تھا کہ ایک پوری قوم کی تکالیف ایک عظیم انسان کے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے ایک بین الاقوامی حکمران طبقہ کا تصور پیش کیا۔ ان کے نزدیک باقی انسانیت کا یہی کام تھا کہ وہ اس بالا طبقے کی نازبرداریاں کرے۔

نطشے نے عورتوں کے حقوق پر بھی کافی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ عورتیں اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان سے دوستی کا تعلق رکھا جائے مردوں کو چاہیے کہ انہیں اپنی جائیداد سمجھیں۔ ایک عورت کی سطح گائے اور بلی سے زیادہ نہیں ہے۔ جس طرح جنگ کے لئے مردوں کی تربیت کی جاتی ہے، اسی طرح عورتوں کو اس بات کی تربیت دینی چاہیے کہ وہ ان مردوں کا دل بہلائیں۔ ان کا کہنا تھا کہ عورت ایک پہیلی ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ اسے حمل ہو جائے۔ اگر مضبوط مرد انہیں قابو نہ کریں تو یہ عورتیں بالکل ناقابل برداشت ہو جائیں۔ عورتوں کا اہم ترین مصرف یہ ہے کہ وہ ایک برتر قسم کے مرد کو جنم دیں۔

یہ لغو اور اوٹ پٹانگ خیالات اس قابل بھی نہیں ہیں کہ سنجیدگی سے ان کا تجزیہ کیا جائے۔ لیکن ان خیالات کے باوجود نطشے کو یہ شکوہ تھا کہ مذاہب نے انسان کو غلام بنا دیا ہے۔ حالانکہ ان کے خیالات میں انسانیت کے لئے غلامی کے علاوہ کوئی پیغام نہیں ہے۔ نطشے نے یہ نعرہ لگایا کہ وہ لوگوں کو خدا کے تصور سے آزادی دلا رہا ہے اور پھر آدھی انسانیت کو جانور قرار دے دیا۔ یہ خوب آزادی ہے؟

(The History of Western Philosophy , by Bertrand Russel, published by SIMON AND SCHUSTER, NEW YORK p 760-765)

اور ملاحظہ فرمائیں کہ آج تک نطشے کا شمار ان بڑے فلاسفروں میں کیا جاتا ہے۔ ایسا فلاسفر جس نے لوگوں کو مذہب کی غلامی سے نجات دلائی اور ان خیالات کے باوجود وہ عظیم ترین فلاسفر شمار ہوتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب ایک فلسفی یہ نعرہ لگاتا ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے تصور سے آزاد کرا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانیت کو خدا اور مذہب سے بیگانہ کر کے اپنے نظریات کی غلامی کا طوق پہنا رہا ہے۔ فلسفیوں کے اقتدار میں نہ سوچ کی آزادی ہے اور نہ ہی کسی اور چیز کی۔

اشتراکی ممالک کی مثال

اس ساری بحث کے بعد یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا ماضی قریب کی تاریخ میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی ملک میں یا کئی ممالک میں زبردستی مذہب کا تصور ختم کیا گیا ہو۔ اگر تاریخ میں ایسے ممالک کی مثال موجود ہے تو پھر یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ کیا ان ممالک کے معاشرے میں سوچ اور سوال کرنے کی آزادی میں اضافہ ہوا یا اظہار خیال کو جرم قرار دے دیا گیا؟ آخر محترم پرویز ہود بھائی نے فرمایا ہے کہ یہ سوال اٹھانا ضروری ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران اشتراکی سوویت یونین کا قیام۔ اور دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی یورپ کا اشتراکیت کے زیر اثر آجانا ایک ایسا منفرد واقعہ ہے کہ جب کئی ممالک میں بیک وقت مذہب کے اثر کو ختم کیا گیا بلکہ مذہب کو عام لوگوں کی افیون قرار دیا گیا۔ یہ کوششیں کی گئیں کہ لوگوں کے ذہنوں سے خدا کا تصور بھی ختم ہو جائے۔ ان ممالک میں ریاست کی طاقت مذہب کا مذاق اڑانے کے لئے وقف تھی۔ جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے تو لینن کے دور میں بھی مذہب پر پابندیاں لگنی شروع ہو گئی تھیں۔ چرچ کی جائیدادیں ضبط کر لی گئی تھیں۔ مذہبی تنظیموں پر پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ لیکن سٹالن کے دور میں مذہب کے تصور کو اور زیادہ سختی سے ختم کیا گیا۔ اور اس مہم کا سب سے زیادہ نشانہ رشین اورتھوڈوکس چرچ اور مسلمان تھے۔ ہزاروں پادریوں کو گولی مار دی گئی۔ ہزاروں لوگوں کو مذہبی خیالات کی پاداش میں کیمپوں میں بھجوا دیا گیا۔ عبادتگاہوں کو ضبط کر لیا گیا اور مذہبی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔

لیکن کیا نتیجہ نکلا؟ کیا اس دور میں سوچ اور سوال کرنے کی آزادی بڑھی یا اس پر قدغنوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس معاشرے میں جسے مذہب سے پاک کیا گیا تھا شہریوں کو سوچ کی یا اظہار خیال کی کوئی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خدا کی عبادت پر تو پابندی لگا دی گئی لیکن جب لینن کا انتقال ہوا تو اس کی لاش کو حنوط کر کے مستقل نمائش کے لئے رکھ دیا۔ اور شہری اس لاش کی زیارت کرتے تھے۔ جس طرح بعض لوگ مزاروں کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ روس کے عیسائی گھروں میں اور پبلک مقامات پر روایتی طور پر حضرت عیسیٰ کی شبیہ آویزاں کرتے تھے۔ ان تصویروں کو تو اتار دیا گیا لیکن یہ دیواریں خالی نہیں رہیں۔ ان پر لینن اور سٹالن کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں کر دی گئیں۔ کمیونسٹ لیڈروں کے بڑے بڑے مجسمے ہر جگہ اتنی بڑی تعداد میں نصب کئے گئے جو کسی بت پرست قوم نے بھی نصب نہیں کئے۔

اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ تفصیلات نوبل انعام یافتہ مصنف الیگزینڈر سولزینٹسن Aleksandr Solzhenitsyn کی کتاب Gulag Archipelago میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اگر کوئی پرائیویٹ خط میں بھی سٹالن کی پالیسی یا کمیونزم پر تنقید کرتا تو اسے گرفتار کر کے دس سال کے لئے جبری مشقت کے کیمپ میں بھجوا دیا جاتا۔ کوئی دشمن کی مشینوں کی تعریف کرتا تو دس سال کے لئے قید اس کا مقدر بن جاتی۔ جو کوئی کمیونسٹ نظریات سے اختلاف کرنے کی جرأت کرتا تو اسے ریاست کا دشمن

باقی صفحہ 35 پر

اطاعت کس کی اور کیوں کی جائے؟

(نصیر احمد قمر۔ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن)

اطاعت کا مضمون نہایت ہی اہم اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا تعلق صرف انسان سے نہیں بلکہ تمام نظام کائنات کے ساتھ ہے اور کسی بھی نظام کی کامیابی کے لئے خواہ وہ نظام دینی ہو یا دنیاوی، اطاعت ایک لازمی تقاضا اور جُزو لاینفک ہے۔قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی اور ان میں ان کی طاقتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائیں اور انہیں ایک مستحکم نظام میں پرو دیا تو پھر آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے یا مجبوری سے، طَوْعًا اَوْ كَرْهًا، ان قوانین کی پابندی کرو اور اطاعت اورفرمانبرداری اختیار کرو تو ان دونوں نے اطاعت کا عہد باندھا اور کہا کہ ہم خوشی سے اطاعت کرتے ہیں۔(الصافات:12)

دوسری جگہ فرمایا کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور ان کے سائے بھی صبح بھی اور شام کو بھی اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں (الرعد:16) اس کا ”یہ مطلب نہیں کہ انسان کی طرح سجدہ کرتے ہیں بلکہ سجدہ کے معنی فرمانبراری کے ہوتے ہیں اور آیت کا یہ مطلب ہے کہ صبح و شام تمام کائنات قانون قدرت کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے“۔
(تفسیر صغیر از حضرت مصلح موعودؓ حاشیہ زیر آیت سورۃ الرعد آیت 16)

اسی مضمون کو سورۃ آل عمران میں یوں بیان فرمایا: وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (آل عمران:84) یعنی آسمانوں اور زمین میں جو (کوئی بھی) ہے خوشی سے (بھی) اور ناخوشی سے (بھی) اُسی کا فرمانبردار ہے اور اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ان آیات کریمہ میں یہ بتایا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی کر رہی ہے، خوشی سے یا ناپسندیدگی سے۔مومن، کافر، مشرک اور دہریہ تک سب قانون قدرت کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ انسان ہوں یا حیوان- عالم نباتات ہو یا عالم حشرات- گردش لیل ونہار ہو یا سورج، چاند، ستارے، سیارے۔ سبھی خدائے عزیز وعلیم وتقدیر کے قانون کے پابند اور مطیع وفرمانبردار ہیں۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسین:41) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔یعنی ”سورج کو یہ طاقت نہیں کہ چاند کی جگہ پہنچ جائے اور نہ رات دن پر سبقت کرسکتی ہے۔ کوئی ستارہ اپنے فلک مقرری سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا“۔
(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 523 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اسی طرح آپ علیہ السلام نے فرمایا۔یعنی ”آفتاب چاند کو پکڑ نہیں سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے، دن پر جو مظہر آفتاب ہے، کچھ تسلّط کرسکتی ہے۔یعنی کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا“۔
(اسلامی اصول کی فلاسفی - روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 370)

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک حصہ تو وہ ہے جس سے نافرمانی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ اسے عدم اطاعت کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ جیسے ملائکۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ: لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:7) یعنی وہ اللہ کی، اس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے سر مُوانحراف نہیں کرسکتے۔

مخلوقات الٰہی میں سے صرف انسان ہے جسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو خدا کے حکموں کو ماننے اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہوئے اطاعت کے نتیجہ میں اس کے فوائد اور برکات سے حصہ پائے اور چاہے تو نافرمانی کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب کا مورد ٹھہرے۔لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن و حدیث میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بتا دیا گیا کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے (آل عمران:20) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری۔ اور اس نے انسانوں کے لئے اسلام کو ہی بطور دین پسند فرمایا ہے۔ (المائدہ:4) انسان کو فطرت اسلام پر ہی پیدا کیا گیا ہے اور اسے یہی تعلیم ہے کہ وہ اس فطرت کو اختیار کرے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے۔ (الروم:31) اور جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران:86)

دوسری طرف وہ لوگ جو اسلام کی حقیقت پر قائم ہوجائیں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیں یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کو پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کردیں اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائیں اور اپنے وجود کی تمام طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیں اور اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کے ہو جائیں تو ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور وہ ہر قسم کے خوف اور حزن سے بچائے جائیں گے۔ (البقرہ:113) ان کے لئے

خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی عظیم بشارتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے وعدے ہیں۔ (التوبہ:471، آل عمران:133، النور:57) یہی لوگ حقیقی فلاح پانے والے ہیں۔ (النور:53-52) انہیں اس دنیا میں بھی خدا کی طرف سے بڑے عظیم الشان انعامات عطا ہوں گے اور آخرت میں بھی وہ خدا کی رضا کی جنتوں کے وارث ٹھہریں گے۔ اور یہی فوزِ عظیم ہے (النساء:14) یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہے جس کے نتیجہ میں انسان منعمین علیھم میں شامل ہو کر نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے کمالات کو حاصل کرسکتا ہے۔ (النساء:70)

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اطاعت اللہ تعالیٰ کا ذاتی حق ہے اور صرف اُسی سے خاص ہے۔ کیونکہ وہی ایک ذات ایسی ہے جو رَبّ العالمین ہے، اَلرّحمان ہے، اَلرّحیم ہے۔ مالکِ یوم الدّین ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ان اُمّہات الصفات سے متصف نہیں اور اس کی یہ عظیم صفات تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اس کے سامنے مکمل طور پر سرِتسلیم خم کریں اور اس کی محبّت اور اطاعت میں اس طرح اپنے آپ کو فنا کردیں کہ گویا اپنے وجود سے کلیۃً کھوئے جائیں اور صرف اسی محبوب ازلی کی رضا ہمارا مقصود و مطلوب ہو۔ تسلیم و رضا کی حقیقت عالیہ کا نام ہی عبادت ہے اور یہی اسلام کا اصل مفہوم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضئ خدا

سورۃ فاتحہ میں امہات الصفات کے ذکر کے بعد اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کے الفاظ میں یہی تعلیم ہے جو انسانوں کو دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا (الحج:35) کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس اس کی فرمانبرداری کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرمانبرداری کس طرح کی جائے؟ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے احکام دینے کیلئے خود دنیا میں نہیں آتا“۔ (تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ زیر تفسیر سورۃ الکافرون)

اور دوسری طرف: ”ہر ایک شخص کو خود بخود خدا سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اس کے واسطے، واسطہ کی ضرورت ہے“۔ (البدر جلد 2۔ 14 اپریل 1903ء)

چنانچہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بعض وجودوں کو منتخب کرکے اپنی وحی و الہام سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور پھر وہ مبارک و مقدس اور اَلۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَار وجود اس وحی الٰہی کی کامل اتباع کے ذریعہ اپنے دَور اور زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بنتے ہیں اور پھر خدا کے حکم سے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی ان کی اطاعت کرکے اپنے خالق و مالک تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں اور اس کی اطاعت کا حق ادا کرسکتے ہیں۔ رسولوں کو یہ مرتبہ واسطہ بننے اور مطاع ہونے کا خدا کے انتخاب کے نتیجہ میں اور اس کے حکم سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس اصول کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ (النساء:65) (ترجمہ) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دیا۔ (النساء:81)

الغرض اصل اطاعت خدا تعالیٰ سے خاص ہے اور مخلوقات میں سے اس کے رسولوں یا اولوالامر کی اطاعت یا والدین کی اطاعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی اطاعت کے حکم اور ان کے لئے محدود اور معین طور پر بعض شرائط سے مخصوص حقِ اطاعت ان کو تفویض کرنے کے نتیجہ میں ہے۔

اس پہلو سے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اللہ و رسول کے علاوہ دیگر افراد کی اطاعت کے بارہ میں اصولوں کو بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ان میں سے ایک بنیادی اور غالب اور رہنما اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ والدین ہوں یا اولی الامر کوئی ایسا حکم دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے متصادم ہے تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی بلکہ معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا ہے اور خدا اور رسول کے فرمودات کے مطابق ہی تعمیل کرنی ہے۔ (النساء:60)

آج کل جمہوریت کے بڑے راگ الاپے جاتے ہیں اور بہت سے فیصلے محض اکثریت کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ اکثریت حق پر ہے یا نہیں اور عدل و انصاف اور حق و حکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے یا نہیں۔ قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ محض اکثریت کو دیکھ کر آنکھیں بند کرکے ان کی اطاعت نہیں کرنی کیونکہ اگر وہ اکثریت گمراہ ہے تو اس کی اتباع سے آپ بھی نقصان اٹھائیں گے۔ (الانعام:117)

خدا کا نبی جب اس کا پیغام لے کر آتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے اور اس کے مقابل پر ایک بھاری اکثریت اسے جھٹلاتی ہے اور اپنی اکثریت کے زعم میں اسے مظالم کا نشانہ بناتی ہے لیکن خدا کا فرستادہ ان کی اکثریت کے دباؤ میں نہیں آتا اور نہ ان کی پیروی کرتا ہے اور نہ ان کے کہنے سے خدا کا پیغام پہنچانے سے رکتا ہے بلکہ یہی اعلان کرتا ہے کہ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ (یونس:16) کہ میں تو صرف اس وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو میری طرف کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ صبر کے ساتھ اپنا کام کرتا چلا جاتا ہے اور اتباع وحی الٰہی سے شِمّہ بھر بھی انحراف نہیں کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ معاندین و مکذّبین کی اکثریت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوکر تتّر بتّر ہو جاتی ہے اور بتدریج مکفّرین و مکذّبین کی اکثریت اقلیت میں اور مومنین کی اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوتی جاتی ہے اور اطاعت الٰہی کے فیض سے انجام کار نبی اور اس کے متبعین غالب آتے ہیں اور فوزِ عظیم سے ہمکنار کئے جاتے ہیں۔

الغرض نبی و رسول کی یا اس کے خلفاء کی اطاعت ان مبارک وجودوں کے تعلق باللہ اور ان کی اتباع وحی الٰہی اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس منصب امامت پر

فائز کئے جانے کے باعث ہے۔ خدا تعالیٰ کی سنّت یہی ہے کہ جب وہ خلقت کو اپنی طرف بلانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ہی ایک بندہ کے ذریعہ سے ایسا کرتا ہے اور پھر جو کچھ وہ بندہ کرتا ہے اس میں ہو کر کرتا ہے اور اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔ انبیاء و رسل اگر اَطِیْعُوْنِ کی صدا بلند کرتے ہیں تو وہ ایسا خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لئے کسی نام و نمود یا عزت اور جاہ وحشمت یا کسی قسم کی فضیلت یا منصب کے طلبگار نہیں ہوتے۔ نہ ہی انہیں انسانوں سے کسی ستائش کی تمنا یا صلہ کی امید ہوتی ہے بلکہ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا (الانعام:91۔ الشوریٰ:24۔ ھود:52) ان کا شعار ہوتا ہے اور اس بات پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے برحق خلفاء کی پاک و مطہر زندگیاں عملی طور پر گواہ ناطق ہوتی ہیں۔ وہ دنیا کی دولتوں، عہدوں یا منصبوں سے بے نیاز محض خدا کے در کے فقیر اور عجز و انکسار کا پیکر ہوتے ہیں۔

الغرض نبی و رسول کی اطاعت کا حکم اس لئے ہے کہ وہ خود اطاعت الٰہی کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اور اس کے بعد جو نبی کے خلفاء اور پھر الٰہی جماعت کے نظام میں درجہ بدرجہ مقرر کردہ امراء اور عہدیداران کی اطاعت کا حکم ہے اس میں بھی یہ مضمون داخل ہے کہ وہ ذمہ داران سب سے اوّل خود اطاعت کا نمونہ بنتے ہیں۔ اگر وہ اپنے سے بالا کی یا اس نظام کی اطاعت نہیں کرتے جس میں انہیں مُطاع کے منصب پر فائز کیا گیا ہے تو وہ فی الحقیقت دوسروں سے اپنی اطاعت کا حق کھو بیٹھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”...امراء کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہر جماعتی عہدیدار کو کہ اس نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو خود اس کے لئے لازم ہے کہ اوّل وہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ بنے۔ یعنی اپنے سے بالا پر نظر رہے اور وہ بہترین اطاعت کا نمونہ بن جائے...“

قرآن مجید و احادیث میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ انسانوں کی اطاعت کی حدود کیا ہیں؟ اور وہ کن اصولوں اور قواعد و ضوابط کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں فرمایا کہ شیطان کی پیروی نہیں کرنی۔ (البقرہ:209، النور:22، یٰسین:61، الانعام:143)

جس کے دل میں محبّت الٰہی کا جذبہ نہ ہو یا وہ کامل توحید پر نہ چلتا ہو۔ جس کا دل اللہ کی یاد سے اس کے ذکر سے غافل ہو اور وہ ہوائے نفس کی پیروی کرنے والا ہو اُس کی اطاعت نہیں کرنی۔ (الکھف:29)

کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہیں کرنی۔ (الفرقان:63، الاحزاب:2)

قرآن کریم اور محمد مصطفی ﷺ کے مکذّبین کی اطاعت نہیں کرنی۔ (القلم:9)

بجائے ثابت شدہ حقائق اور واقعات پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنے کے محض بڑھ چڑھ کر قسمیں کھانے والے ذلیل شخص اور سخت عیب جُو، نیکوں پر طعنہ زنی کرنے والے، بکثرت چغلیاں کرنے والے، خیر اور بھلائی سے، نیکیوں سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور سخت گنہگار، بدلگام، بہت سخت گیر اور خدا کا بندہ ہو کر شیطان سے تعلق رکھنے والے کی اطاعت نہیں کرنی۔ (القلم:14-11)

والدین بھی اگر شرک کی تعلیم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی۔ (العنکبوت:9، لقمان:16)

اہل کتاب کی اطاعت بھی نہیں کرنی جن کی پیروی کے نتیجہ میں اس بات کا احتمال ہو کہ انسان ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔ (آل عمران:100)

اسی طرح اسراف کرنے والوں، زیادتی کرنے والوں، زمین میں فساد کرنے والوں اور صلح اور اصلاح کا طریق اختیار نہ کرنے والوں کی بھی اطاعت نہیں کرنی۔ (الشعراء:153-152)

قرآن مجید میں جہاں یہ فرمایا کہ جنّ و انس کی پیدائش سے غرض یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں (الذریات:57) وہاں یہ بھی بتایا کہ عبادت کی غرض تقویٰ کا حصول ہے (البقرہ:22) پھر قرآن مجید میں تقویٰ کے تقاضوں، اس کی علامات اور اس کے درجات کا جابجا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:17) یعنی اپنی استطاعت کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس تقویٰ کے حصول کے لئے حکم کے ساتھ ہی فرمایا وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (التغابن:17) یعنی تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز سنو اور اس پر لبیک کہتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔

دوسری جگہ تقویٰ کے بلند ترین مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران:103) اللہ کا تقویٰ اس طرح اختیار کرو جیسا تقویٰ کا حق ہے۔ اور وہ کامل اور ارفع و اعلیٰ مقام تقویٰ کا کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟ ساتھ ہی فرمایا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103) تم ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

”اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جاؤ کیونکہ موت تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی بھی زندگی کے کسی حصہ میں بھی اسلام کو نہیں چھوڑنا تاکہ جب بھی تمہیں موت آئے اسلام پر ہی آئے“۔
(تشریحی نوٹ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ زیر آیت مذکورہ)

یہی وہ بات ہے جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تاکیدی وصیت کی تھی کہ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرہ:133) یعنی ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار رہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت فرمانبردار رہنا تاکہ موت بے وقت نہ آئے۔

قصہ مختصر یہ کہ اطاعت کا مضمون بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور قرآن مجید و احادیث نبویہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے ارشادات میں اس کے مختلف پہلوؤں پر بہت ہی بصیرت افروز اور سیر حاصل رہنمائی موجود ہے۔

ہم جو اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے غلام کامل حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بیعت میں شامل اور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستگی کے نتیجہ

باقی صفحہ 24 پر

تحریک جدید

(مکرم چودھری حمید اللہ ظفر صاحب۔ نیشنل سیکرٹری تحریک جدید جرمنی)

قادیان کی مقدس بستی سے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اذنِ الٰہی سے تحریک جدید کا آغاز اس وقت فرمایا تھا کہ جب جماعت کو مٹانے اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور منارۃ المسیح کی اینٹوں کو اکھیڑ کر دریائے بیاس میں پھینکنے کے دعوے کئے جا رہے تھے۔ دشمن افرادی قوت کے بل بوتے پر یہ زعم رکھتا تھا کہ جماعت اس کی مٹھی میں ہے اور اسے نعوذ باللہ صفحۂ ہستی سے مٹانا کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے تحریکِ جدید کے ذریعہ اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب اس تحریک کا آغاز فرمایا تو جماعت نے نہ صرف ایک مثالی قربانی پیش کی بلکہ آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیاں بھی خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دیں اور جب یہ دیوانے بیرونِ ممالک تبلیغِ اسلام کے لئے پہنچے تو سعید روحیں حق قبول کر کے بڑھتی چلی گئیں۔ مشن ہاؤسز اور مساجد کی تعمیر شروع ہوگئی اور رفتہ رفتہ اسلام کی اشاعت کا کام بڑھتا چلا گیا اور آج اس تحریک کے ذریعہ 213 ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہوچکی ہے۔

آج احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے ذریعہ اسلام کے غلبہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو چکے ہیں۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تحریک کا آغاز کرتے ہوئے جو ولولہ انگیز اور پُر تاثیر الفاظ ارشاد فرمائے تھے وہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے پورے ہو رہے ہیں۔

آپؓ نے فرمایا:

”اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہوجائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں شامل ہوجاؤ۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ“۔

(سیر روحانی جلد سوم صفحہ 287-286)

آج ہم اس تحریک کے قیام کی غرض کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے

خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو زمین پر قائم ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ دوسری طرف حاسد اور دشمن اپنے تمام منصوبوں اور اپنے تمام خزانوں اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ آج خدا کی آواز کو اور خدا کی نوبت کو دبانے کی فکر میں ہے لیکن خدا کی تقدیر ان کی ہر تدبیر کے ٹکڑے کرتی جاتی ہے۔ تو کون ہے جو خدا کی آواز کو دبا سکے۔ آج ایم ٹی اے کے ذریعہ خدا کی آواز شش جہات میں پھیل رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کی اہمیت کے متعلق جو ارشادات فرمائے وہ پیش ہیں:

''ہماری دلچسپی صرف اس میں ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ پھیل جائے اور پھر اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے جس طرح وہ قدیم ایام میں غالب آیا تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور اس کام کے لئے تحریک جدید کو جاری کیا گیا۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس میں حصہ لے۔ جو احمدی اس تحریک میں حصہ نہیں لے گا ہم اسے احمدیت اور اسلام میں کمزور سمجھیں گے کیونکہ جس شخص کے دل میں یہ خواہش نہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے خرچ کرے اس کا اسلام لانا یا احمدیت قبول کرنا بیکار ہے''۔ (بدر 4 جنوری 1954ء)

''یاد رکھو یہ تحریکِ جدید خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے......پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے''۔

(کتاب پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ 14)

''اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے تو اے مردو! اور اے عورتو! تمہارا فرض ہے کہ تحریکِ جدید کے اغراض و مقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین و آسمان کا خدا گواہ ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اپنے نفس کے لئے نہیں کہہ رہا۔ خدا تعالیٰ اور اسلام کے لئے کہہ رہا ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تم آگے بڑھو اور اپنا تن من اور اپنا دھن خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لئے قربان کر دو''۔

(کتاب پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ 8)

اس بابرکت تحریک کے آغاز پر آپؓ نے احباب جماعت احمدیہ سے 27 مطالبات کئے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

1۔ سادہ زندگی بسر کریں۔
2۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔
3۔ تبلیغ ممالک بیرون میں حصہ لیں۔
4۔ تبلیغی سروے میں حصہ لیں۔
5۔ وقف رخصت موسمی میں حصہ لیں۔
6۔ نوجوان خدمتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔
7۔ رُخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔
8۔ صاحب پوزیشن مختلف جلسوں میں لیکچر دیں۔
9۔ پینشنر اصحاب اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں۔
10۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔
11۔ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کر لیں۔
12۔ مرکز سلسلہ میں مکان بنوائیں، یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔
13۔ مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔
14۔ تمدّن اسلامی کا قیام کریں۔
15۔ قومی دیانت کا کام کریں۔
16۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔
17۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔
18۔ احمدیہ دارالقضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں۔
19۔ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔

آپ نے تحریکِ جدید کے دفتر اوّل کے مجاہدین جو 1934ء سے 1944ء کے دوران اس تحریک میں شامل ہوئے، ان کے نام ایک کتاب ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' کے نام سے شائع کرنے کا ارشاد فرمایا جو رہتی دنیا تک ان 5ہزاری مجاہدین کے ناموں کو زندہ رکھے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان مجاہدین کے ناموں کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے ورثاء کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ ان کے نام سے تحریک جدید میں چندہ ادا کرتے رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''میری خواہش ہے کہ یہ دفتر قیامت تک جاری رہے اور جو لوگ ایک دفعہ اسلام کی ایک مثالی خدمت کر چکے ہیں ان کا نام قیامت تک نہ مٹنے پائے اور ان کی اولادیں ہمیشہ ان کی طرف سے چندے دیتی رہیں اور ایک دن بھی ایسا نہ آئے جب ہم یہ کہیں کہ اس دفتر کا ایک آدمی فوت ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ زندہ رہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے اس دنیا میں بھی ان کی زندگی کی علامتیں ہمیں نظر آتی رہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 نومبر 1982ء بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 2 دسمبر 1982ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریک جدید کے مقام کے متعلق فرمایا:

''تحریک جدید مالی قربانیوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور اس دور میں اس نے عظیم الشان مالی قربانیوں کی بنیاد ڈالی جو مزید مختلف شکلوں میں اس تحریک کے بطن سے پیدا ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور ہوتی چلی جائیں گی۔ جتنے چندے بڑھے ہیں یہ سب تحریک جدید کے بچے ہیں۔ جتنے چندے یورپ، امریکہ اور افریقہ اور دیگر جماعتوں میں اس وقت نظر آ رہے ہیں یہ سارے تحریک جدید کے چندوں کی برکتیں ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ یہ سارے فیوض تحریک جدید کے چندے ہی کے فیوض ہیں اور اس کو ضرور آگے بڑھانا چاہیے''۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 20/ اکتوبر 1999ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کے متعلق فرمایا کہ یہ نظام وصیت کے لئے بطور ارہاص کے ہے۔ نظام نَو نامی کتاب میں تحریک جدید کا نظام وصیت سے تعلق ان ارشادات میں بیان فرمایا:

''پس اے دوستو دنیا کا نظام دین کو مٹا کر بنایا جا رہا ہے۔ تم تحریک جدید اور وصیت کے ذریعے اس سے بہتر نظام (نظام نَو) دین کو قائم رکھتے ہوئے تیار کرو مگر جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے۔

(نظامِ نَو صفحہ 132)

آپؓ مزید فرماتے ہیں: ''تحریک جدید کیا ہے؟ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے عقیدت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ سے تو جس نظام کو دنیا

میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آنے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں"۔
(نظام نَو صفحہ 129)

حضرت مصلح موعودؓ نے اذنِ الٰہی سے 1934ء میں تحریک جدید کا آغاز فرمایا جو اب تک جاری وساری ہے۔ تحریک جدید کے لئے مالی قربانی کرنے والے احباب کو مختلف دفاتر (ادوار) میں تقسیم کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

دفتر اوّل: جن احباب/مستورات نے 1934ء سے 1944ء کے دوران حصہ لیا۔

دفتر دوم: جن احباب/مستورات نے 1944ء سے 1965ء کے دوران حصہ لیا۔

دفتر سوم: جن احباب/مستورات نے 1965ء سے 1985ء کے دوران حصہ لیا۔

دفتر چہارم: جن احباب/مستورات نے 1985ء سے 2004ء کے دوران حصہ لیا۔

دفتر پنجم: بچے/نومبائعین یا جو نومبر 2004ء کے بعد حصہ لیں گے۔ یہ دفتر جاری ہے۔

بقیہ: انسان کو ذہنی غلام کون بناتا ہے؟ مذہب یا دہریت از صفحہ 29

قرار دیا جاتا اور جبری مشقت کے کیمپ بھجوا دیا جاتا۔ ہر چھپنے والے حرف کو پرکھا جاتا کہ اس میں اشتراکی نظریات کے خلاف تو کچھ نہیں لکھا جا رہا۔ اب اتنے تاریخی حقائق سامنے آچکے ہیں کہ اس پہلو پر کسی بحث کی بھی ضرورت نہیں کہ ان ممالک میں جب سرکاری طور پر مذہب کو شجر ممنوعہ قرار دیا گیا تو اس کے نتیجے میں ان ممالک کے شہریوں کے سوچنے اور سوال کرنے کی کوئی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشتراکی فلسفے نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ہم لوگوں کو مذہب کی غلامی سے نجات دلا رہے ہیں اور اس کے بعد لوگوں کو اپنے نظریات کا غلام بنا لیا۔ دہریہ فلاسفر مذہب کی شدید مخالفت کرتا ہے کیونکہ جب تک لوگوں کے ذہنوں میں خدا تعالیٰ کا تصور موجود ہے وہ اپنے جیسے انسانوں کی مکمل ذہنی غلامی پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اور دہریہ فلاسفر انسانیت کو اپنا مکمل غلام بنانا چاہتا ہے۔

تحریک جدید

نتیجہ فکر: مکرم عبدالمنان ناہیدؔ صاحب

یہ مِری وادیٔ گلریز جہاں قافلے آ کے ٹھہر جاتے ہیں
کتنی انجان رَہوں کے راہی مجھے مانُوس نظر آتے ہیں
تیرہ و تار شَبوں کے مارے یہیں توفیقِ سحر پاتے ہیں
دُور سے دیکھیں تو نظّارے مرے دیکھنے والوں کو ترساتے ہیں
وہ جو شیریں بھی ہیں خُوش رنگ بھی ہیں وہ ثمر میرے شجر لاتے ہیں

حاصلِ ساعتِ مسعُود ہوں مَیں
اور پروردہ محمودؓ ہوں مَیں

میرے رکھوالو! ہے معلوم تمہیں مُشکل اَب زیست کے سامان ہوئے
یہ مرے باغ، بہاروں کے امیں آندھیاں آئیں تو ویران ہوئے
لُٹ گیا ہے مرے کھیتوں کا نِکھار نذرِ طُوفاں مِرے کھلیان ہوئے
نہ کوئی دانہ، نہ پھول اور نہ پَھل نہ کوئی سُنبل و ریحان ہوئے
مَیں نے اِنسان جنہیں سمجھا تھا دَر پئے جان وہ انسان ہوئے

لیکن اِس دَور پُر آشوب میں بھی
میری ہمّت میں نہیں کوئی کمی

راہ میں سنگِ گراں آئے تو کیا کارواں چلتا رہے چلتا رہے
ایک در بند ہو سو اور کُھلیں کوئی جلتا ہے تو وہ جلتا رہے
جل اُٹھی آتشِ نمرُود اگر دل براہیم صفَت پھلتا رہے
آؤ قُربان گہِ عشق میں یُوں نئے سانچوں میں جنُوں ڈھلتا رہے
آتشِ غم سے تپاں سینوں میں نِت نیا عَزمِ جواں پلتا رہے

اب ذرا اَور قدم تیز کرو
جسم کو اور عَرق ریز کرو

(الفرقان ربوہ مارچ 1975ء)

جرمنی میں احمدیہ مشن کا احیائے نو

محمد لقمان مجوکہ

اس سے پہلی قسط میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ جنگ عظیم کے اختتام پر تین مبلغین جرمنی میں تبلیغ کے لیے بھجوائے گئے تھے یعنی مکرم چودھری عبداللطیف صاحب، مکرم مولوی غلام بشیر صاحب اور مکرم شیخ ناصر احمد صاحب۔ لیکن جرمنی جانے کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر تینوں لندن سے Switzerland کی طرف روانہ ہوئے تا کہ وہاں سے جرمنی میں تبلیغ کی کوئی صورت نکالیں۔ (الفضل، 18 اکتوبر 1946ء، ص 3)

Switzerland پہنچنے پر ان مبلغین کرام نے مختلف ذرائع سے اپنے روابط بنانا شروع کیے اور جلد ہی اس میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ چنانچہ مبلغین کی آمد کے کچھ عرصہ بعد ہی مقامی اخبار میں ہمیں ان کے متعلق مندرجہ ذیل خبر ملتی ہے۔

Indische Missionare in der Schweiz. In Zürich weilen gegenwärtig drei Missionare einer mohammedanischen Sekte. Sie wollen erst einmal die deutsche Sprache gründlich erlernen und hernach im ganzen deutschen Sprachgebiet durch schriftliche und mündliche Propaganda die Lehren ihres Propheten Ahmed verbreiten. Ein Unternehmen, von dem man doch mit etwas gemischten Gefühlen vernimmt.

(Schweizerische Allgemeine 31.05.1947)

ہندوستانی مبلغین سویٹزرلینڈ میں

ترجمہ: ”آجکل زیورخ میں ایک اسلامی فرقہ کے تین مبلغین سکونت پذیر ہیں۔ ان کا مقصد یہاں پہلے جرمن زبان سیکھ کر پھر پورے جرمن بولنے والے علاقوں میں اپنے نبی ”احمد“ کا پیغام زبانی اور تحریری پروپیگنڈا سے پھیلانا ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جسے ہم کچھ ملے جلے جذبات سے دیکھتے ہیں“۔

اس سے پہلے دو جرمن فوجی قیدیوں کا احمدی ہونے کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام Erich یا Erik Kunze تھا۔ Kunze کو جرمن فوج کی طرف سے شمالی افریقہ یعنی لیبیا متعین ہونے کی وجہ سے 1945ء میں وہاں جنگی قیدی بنایا گیا اور بعد میں امریکہ اور پھر انگلستان کے Weston کے قیدی کیمپ میں بھجوا دیا گیا۔ Weston سے ہی Kunze صاحب نے 11 ستمبر 1946ء کو ایک خط مسجد فضل لندن کے امام کو بھیجا جس میں اسلام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ الفضل میں شائع شدہ چودھری مشتاق احمد صاحب امام مسجد فضل لندن کی ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسے انہیں اس جرمن قیدی کا Weston کے قیدی کیمپ سے خط ملا جس میں اس نے اسلام سے متعلق معلومات بھیجنے کے لیے درخواست کی اور پھر کچھ عرصہ بعد 9 اکتوبر 1946ء کو بیعت فارم پر کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔

(الفضل 4 دسمبر 1946ء، ص 4،5)

یہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جنگ عظیم دوم کے تباہ کن اثرات اور شکست کی بنیادی وجہ جرمن نازی فکر اور آڈیولوجی تھی۔ نازیوں نے جرمن نسلی امتیاز کی نظریاتی بنیاد رکھ کر قوم کو ایک خوفناک جنگ کی بھینٹ چڑھایا اور نہ صرف خود نہایت وحشیانہ مظالم ڈھائے بلکہ پورا ملک اسی نظریاتی سوچ کے باعث تباہ ہوا جس کی وجہ سے طبعاً جنگ عظیم دوم میں جرمن شکست کے بعد جرمنوں کے ایک حصہ میں ان نظریات کے خلاف نفرت کے جذبات بڑی شدت سے ابھرے اور ایک طبقہ اب نئی طرز زندگی اور متبادل نظریات کی تلاش میں تھا۔ اس وجہ سے اُس زمانہ میں بعض جرمنوں کی اسلام کی پر امن تعلیمات کی طرف توجہ ہوئی۔ ایسے ہی لوگوں میں کنزے صاحب بھی تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جرمنی کے لئے روانہ ہونے والے مبلغین سلسلہ کو ریلوے سٹیشن قادیان پر رخصت فرمارہے ہیں

غرض زیورخ سے مبلغین نے مختلف ذرائع سے جرمنی میں رابطوں کی کوشش شروع کی۔ غالباً یونان میں منظور احمد قریشی صاحب کی تبلیغ سے احمدی ہونے والے شخص Karl Kuhne نے، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا، مزید رابطے پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ Kuhne صاحب نے قید سے رہائی کے بعد ہمبرگ میں سکونت اختیار کی اور ان کا شیخ ناصر احمد

صاحب کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہمبرگ میں کچھ لوگ جماعت میں شامل ہوتے گئے۔ ممکن ہے اس کے علاوہ بھی جرمنی کے دوسرے علاقوں میں شیخ ناصر صاحب کا رابطہ ہو مگر ہمبرگ میں تو بہرحال تھا۔(الفضل 23 جولائی 1948ء ص،2)

اس طرح لوگ جماعت میں شامل ہوتے گئے اور ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہوگئی۔ نیز انگلستان میں احمدیت قبول کرنے والے جرمن جنگی قیدی Kunze صاحب بھی ایک عرصہ قیدی رہنے کے بعد جرمنی واپس آئے اور برلن میں سکونت اختیار کی۔

اس عرصہ میں مبلغین نے اس چھوٹی سی جماعت کو منظّم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور 1948ء میں کافی جدوجہد کے بعد مکرم شیخ ناصر احمد صاحب کو سب سے پہلے ہمبرگ میں قائم انگریزی فوجی حکومت کی طرف سے چند دنوں کے لیے ہمبرگ آنے کی اجازت ملی تو شیخ صاحب مؤرخہ 10 جون 1948ء کو بذریعہ ٹرین زیورخ سے روانہ ہوکر 11 جون کو ہمبرگ پہنچے۔

(الفضل 23 جولائی 1948ء،ص۔2)

اس وقت ہمبرگ شہر اتحادی افواج کی بمباری کی وجہ سے تباہ شدہ حالت میں تھا۔ مکرم شیخ ناصر صاحب نے ان چشم دیدہ حالات کا اپنے چند قسط وار مضامین بعنوان ”جرمنی سے چشم دید حالات“ لکھے ہیں جو کہ الفضل 3،4 اور 6 جولائی میں شائع ہوئے اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ اس میں شیخ صاحب نے ہمبرگ کی تباہ شدہ حالت کے علاوہ خاص طور پر بنکرز میں رہنے والے پناہ گزینوں اور ضعیف العمر افراد کے حالات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جن کو اب پوچھنے والا کوئی نہ تھا نیز بلیک مارکیٹ کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے جس میں لوگ مختلف اشیائے خورونوش سگریٹ کے عوض حاصل کرتے تھے۔ یا پھر ان نئے مہاجرین کا بھی ذکر کیا جو روسی علاقوں سے آکر مغربی جرمنی میں آباد ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ غرض اس دور کے ہمبرگ شہر کی ایک دلچسپ تصویر بطور عینی شاہد مکرم شیخ ناصر صاحب نے کھینچی ہے۔ اس دورے کا اصل مقصد تو ہمبرگ میں موجود نو احمدیوں سے ملنا تھا۔ اس وقت تک 5 افراد جماعت میں شمولیت اختیار کر چکے تھے۔ (الفضل 23 جولائی 1948ء،ص۔2)

مکرم شیخ ناصر صاحب نے 11 اور 18 جون کے روز ہمبرگ میں پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔ اس دوران برلن سے Herr Kunze بھی شیخ صاحب کو ملنے کے لیے ہمبرگ پہنچے۔ شیخ صاحب نے جمعہ کی نماز کے علاوہ وہاں موجود افراد کو منظّم کرنے کی کوشش کی اور اس ضمن میں Abdullah Kuhne کو جماعت کا سیکرٹری مقرر کیا۔ نیز احباب جماعت سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔

جن لوگوں کو شیخ صاحب ملے ان میں مندرجہ ذیل لوگوں کے نام ملتے ہیں۔ عبداللہ کوہنے صاحب Abdullah Kuhne، عبدالشکور کنزے Abdul shakur Kunze، ڈنکر صاحب Herr Duncker اور ان کی بیوی، Herr Gret اور ان کی اہلیہ، Omar Schubert اور ان کی بیوی Schubert Khadija۔(الفضل 23 جولائی 1948ء،ص2)

یہاں پر یہ بتاتے چلیں کہ آخرالذکر Omar Schuber جنگ سے پہلے برلن میں لاہوری جماعت کی مسجد سے منسلک تھے بلکہ اس مسجد میں بنائی گئی تنظیم Deutsch Moslemische Gesellschaft کے بورڈ کے ممبر رہے۔ (مزید تفصیل دیکھئے :Jonker "Etwas hoffen muss das Herz" 2018) شیخ ناصر صاحب نے ان کی 18 جون کو ہمبرگ میں بیعت کرکے جماعت میں شمولیت کا ذکر کیا ہے۔

(الفضل 23 جولائی 1948ء)

مکرم شیخ ناصر احمد صاحب کے اس پہلے دورے کے بعد مؤرخہ 12 اگست 1948ء کو مکرم غلام احمد بشیر صاحب ہالینڈ سے اس مختصر جماعت سے ملنے کے لیے ہمبرگ دورے پر آئے۔ انہوں نے وہاں پر Abdullah Kuhne، خلیل Gragert، Omar Schubert، Herr Duncker، عبدالرحمٰن Neuhaus اور دوسرے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اسی دوران ہمبرگ میں پہلی مرتبہ عید کی نماز بھی پڑھائی۔(الفضل 9 اکتوبر 1948ء ص،2)

اس کے کچھ عرصہ بعد شیخ ناصر صاحب دوبارہ ہمبرگ کے دورہ پر 26 ستمبر کو زیورخ سے روانہ ہوکر 27 ستمبر(1948ء) کو ہمبرگ پہنچے۔ اس دفعہ بھی پچھلے دورے کی طرح احباب کی تربیت، ملاقاتیں اور تبلیغی گفتگو میں زیادہ تر مصروف رہے۔ برٹش ملٹری گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کردہ افسر برائے مذہبی امور مسٹرایسٹ ووڈ Eastwood سے بھی ملاقات کی۔ یکم اکتوبر کو نماز جمعہ عمر شوبرٹ کے مکان پر پڑھائی۔ اس دوران بعض مزید بیعتیں بھی ہوئیں۔

باقی صفحہ 42 پر

ہیمبرگ کے چند ابتدائی احمدی

دائیں سے بائیں۔نامعلوم۔Herr Dünger۔Herr Nowak۔نامعلوم۔چوہدری عبداللطیف صاحب(1951ء)

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرم اقبال احمد چٹھہ صاحب

خاکسار کے والد مکرم اقبال احمد چٹھہ صاحب ابن نذر محمد صاحب چٹھہ مؤرخہ 29/اگست 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ 16 نومبر 1941ء کو مدرسہ چٹھہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہمارے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا مکرم چوہدری حیات احمد چٹھہ صاحب کے ذریعہ آئی۔

مرحوم نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں ایف اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد Punjab Provisional Cooperate bank میں تقریباً 40سال ملازمت کی۔ دوران ملازمت ہی آپ نے پرائیوٹ بی اے مکمل کیا تھا۔ آپ بینک میں اور اپنے حلقہ احباب میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے کئی اشعار زبانی یاد تھے۔ آپ خلفاء احمدیت کی مختلف وقتوں میں کی جانے والی پیشگوئیاں اپنے بچوں کو سنایا کرتے تھے۔ آپ نے جرمنی آنے کے بعد گوجرانوالہ میں اپنا گھر جماعت کو مربی ہاؤس کے لئے دے دیا۔ آپ ہر قسم کے حالات میں رزقِ حلال کمانے پر یقین رکھتے اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی تلقین کرتے رہتے۔

آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی تمام اولاد جرمنی میں ہے۔ مرحوم Südfriedhof فرانکفرٹ میں مدفون ہوئے۔

(بلال احمد چٹھہ۔ Reinheim)

عزیزم اُسامہ صادق صاحب

خاکسار کے بھانجے عزیزم اسامہ صادق متعلم جامعہ احمدیہ جرمنی درجہ رابعہ 13ستمبر 2020ء کو دریائے رائن میں ڈوب جانے سے بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون

عزیزم اسامہ صادق ابن مکرم محمد صادق صاحب کا تعلق پاکستان کے ضلع گجرات کے گاؤں چک سکندر سے ہے۔ عزیزم کی پیدائش 14دسمبر 1999ء کو پاکستان میں ہوئی اور نومبر 2016ء میں اپنی والدہ کے ساتھ جرمنی آگئے اور اُسی سال جامعہ میں داخل ہوگئے اور تیسرا سال حال ہی میں مکمل کیا تھا۔ عزیزم نے پانچ بہنیں اور ایک بھائی سوگوار چھوڑے ہیں۔ عزیزم کے خاندان میں احمدیت دَدھیال کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں آئی۔ عزیزم کے پڑنانا شاہ محمد صاحبؓ اور ان کے والد لنگر محمد صاحبؓ دونوں صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے۔

عزیزم بہت سے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ اُسامہ صادق بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ وفات کے وقت عزیزم کی عمر بیس سال تھی۔ عزیزم ہردل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا بچپن اپنے گاؤں میں ہی گزرا جہاں ان کو شدید مخالفت کا سامنا بھی رہا۔ زیادہ وقت پڑھائی میں گزرتا تھا۔ کوئی بھی کام شروع کرتے تو اسے تیزی اور بہت ذمہ داری کے ساتھ مکمل کرتے۔ نیک سیرت، فکر کرنے والے اور پرسکون شخصیت کے مالک تھے۔ فضول خرچی سے پرہیز کرتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔

(سفیرالدین چودھری، ڈارمشٹڈٹ)

مکرم بشارت احمد صاحب شاہد

خاکسار کے والد مکرم بشارت احمد صاحب شاہد ابن چوہدری فضل دین صاحب مورخہ 5 اپریل 2020ء کو بعمر 73سال لاہور میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مؤرخہ 6 اپریل کو ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا اور نئے بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

محترم والد صاحب گوں ناگوں صفات کے مالک تھے۔ خلافت کے فدائی، خدمت خلق کے شیدائی اور زبردست داعی الی اللہ تھے۔ آپ جوانی سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، تلاوت قرآن کریم اور نماز تہجد میں بڑی باقاعدگی تھی۔ وصیت کے بابرکت نظام میں شامل تھے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں ستار کی صفت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ راجگڑھ (لاہور) میں 20سال سے زائد عرصہ سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ سرکاری ملازمت سے کمرشل آڈٹ آفیسر کے طور پر ریٹائر ہوئے۔ ہر کسی کی مدد ایسے کرتے جیسے اپنا بھائی، بیٹا یا بیٹی ہے۔ کیا بچہ اور کیا بڑا ہر ایک سے ذاتی تعلق رکھا اور اسی طرح ان کی فکر کرتے تھے۔

ستمبر 2014ء تا فروری 2017ء جرمنی میں مقیم رہے۔ وطن کی محبّت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جتنا عرصہ بھی جرمنی میں رہے وطن کی یاد ستاتی رہی۔ بہت دعا گو انسان تھے۔ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین دلانے کی خاطر قبولیت دعا کے واقعات سناتے اور ان کے ایمان کو مضبوط کرتے۔ مہمان نواز تھے۔ بڑھاپے میں بھی غیراحمدیوں کو تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ چار چار گھنٹے مسلسل بات کرلیتے تھے۔ دین کی تعلیم دیتے ہوئے تھکتے نہیں تھے۔

عید کے دنوں میں خاص طور پر غریب احمدیوں کے گھر جا کر عیدی اور تحائف دیتے۔ غریب طلبا کی اپنی ذاتی جیب سے مدد کرتے، ضرورت مندوں کو جماعتی قرضہ دلوانے کے لئے بھرپور کوشش کرتے، اور انہیں تلقین کرتے کہ بروقت اس قرض کو واپس بھی کریں۔ ہر ایک کے لئے دعا کرتے اور اکثر ان الفاظ میں دعا کرتے کہ ’اے خدا میں تیرا گنہگار بندہ ہوں اور تیرے مسیح کو ماننے والا ہوں، میری پکار سن لے‘۔ کہا کرتے تھے کہ جب میں قرآن کریم پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ میرے سامنے واقع ہو رہا ہے۔

آپ نے پسماندگان میں 2 بیٹے (خاکسار اور برادرم خالد محمود صاحب حال جرمنی)، 2 بیٹیاں اور بیوہ یادگار چھوڑے ہیں۔ (طارق محمود، فلڈا، اعزازی کارکن اخبار احمدیہ جرمنی)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

قسط اوّل

عائلی زندگی کے اسلامی تصوّر کا مغربی طرزِ زندگی سے موازنہ

(مکرم ڈاکٹر عبد الرحمٰن بھٹہ صاحب Recklinghausen)

اسلامی تعلیم کی رُو سے انسانی زندگی کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو قویٰ اور اعضاء انسان کو عطا فرمائے ہیں ان کا برمحل اور درست استعمال اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

عائلی زندگی

عائلی زندگی انسانی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔اس کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب مرد اور عورت نکاح کے معاہدہ کے ذریعہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں۔قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رشتہ کے قیام کی غرض و غایت نفس انسانی کی تطہیر وتزکیہ، قویٰ انسانی کی حفاظت ونشونما، اخلاقِ انسانی کی تکمیل واصلاح اور نسلِ انسانی کی بہبود و بقا ہے۔ اس اجمال کی مختصر تفصیل پیش کرتا ہوں۔

1۔شادی کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ

(النساء:25)

یعنی اے مسلمانو! جائز کی جاتی ہیں تمہارے لئے عورتیں سوائے ان کے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور یہ کہ تم ان کے مہر مقرر کر کے اُن سے نکاح کرو۔ مگر تمہارے نکاح کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ تم بیماریوں اور بدیوں سے محفوظ ہو جاؤ۔ اور یہ غرض نہیں ہونی چاہیے کہ تم شہوت کے طریق پر عیش وعشرت میں پڑو۔

اس آیت میں لفظ احصان استعمال ہوا ہے۔جس کے لفظی معنٰے کسی قلعہ میں رہ کر جسمانی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ ہو جانے کے ہیں۔ کسی شخص کے لئے یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ پاک دامن رہ کر جسمانی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ عائلی زندگی کا ایک اہم مقصد جسمانی اور روحانی بیماریوں سے بچنا اور تزکیۂ نفس ہے۔

(سیرت خاتم النبیین حصہ دوم صفحہ 433 ایڈیشن 2001ء قادیان)

2۔ عائلی زندگی کا ایک اور پہلو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

(البقرہ:188)

یعنی اے مسلمانو! تمہاری عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو۔

آیت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں عائلی زندگی کا جو عظیم تصوّر پیش کیا گیا ہے اُسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے:

قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لباس کے تین کام بتائے گئے ہیں۔ اوّل۔ ننگ ڈھانکنا۔ دوم۔ زینت کا موجب ہونا۔سوم سردی گرمی کے ضرر سے جسم کو بچانا...... پس (اس آیت) میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے تعلقات ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ لباس کا کام دیں۔یعنی ایک دوسرے کے عیب چھپائیں۔ ایک دوسرے کی زینت کا موجب بنیں اور پھر جس طرح لباس گرمی سردی کے ضرر سے انسانی جسم کو محفوظ رکھتا ہے اُسی طرح مرد وعورت سکھ اور دکھ کی گھڑیوں میں ایک دوسرے کے کام آئیں۔ اور پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی دلجمعی اور سکون کا باعث بنیں۔غرض جس طرح لباس جسم کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح انہیں ایک دوسرے کا محافظ ہونا چاہیے۔حضرت خدیجہؓ کی مثال دیکھ لو۔ انہوں نے شادی کے معاً بعد کس طرح اپنا سارا مال رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تا کہ رسول کریم ﷺ کو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اور آپ پورے اطمینان کے ساتھ خدمت خلق کے کاموں میں حصہ لیتے جائیں۔ یہ اہلی زندگی کو خوشگوار رکھنے کا کتنا شاندار نمونہ ہے جو انہوں نے پیش کیا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 411-410)

3۔ عائلی زندگی کا ایک اہم مقصد اولاد کا پیدا کرنا ہے۔ اسلام افزائش نسل کے ساتھ ان ذمہ داریوں کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہے جو اس سلسلہ میں انسانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

(البقرہ:224)

یعنی تمہاری بیویاں تمہارے لئے ایک قسم کی کھیتی ہیں۔ اب تم جس طرح چاہو اپنی کھیتی سے معاملہ کرو اور جیسی فصل چاہو پیدا کر لو۔

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں عورت کو کھیتی قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی کھیتی کو پھل دار بنانے کی کوشش کرو۔ اسی کی طرف رسول کریم ﷺ کی حدیث بھی اشارہ کرتی ہے...... کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور خاوندوں سے پیار کرنے والی ہوں......(دوسرے اس میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم) عورتوں سے ایسا سلوک کرو کہ نہ ان کی طاقت ضائع ہو اور نہ تمہاری۔ اگر کھیتی میں بیج زیادہ ڈال دیا جائے تو بیج خراب ہوجاتا ہے۔ اور اگر کھیتی سے پے درپے کام لیا جائے تو کھیتی خراب ہوجاتی ہے۔ پس ہر کام ایک حد کے اندر کرو۔جس طرح عقل مند انسان سوچ سمجھ کر کھیتی سے کام لیتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی نکل آیا کہ بعض حالات میں ''برتھ کنٹرول'' بھی جائز ہے۔

چنانچہ کھیتی میں سے اگر ایک فصل کاٹ کر معاً دوسری بو دی جائے تو دوسری فصل اچھی نہیں ہوتی اور تیسری اس سے بھی زیادہ خراب ہوتی ہے''۔

''اسلام نے اولاد پیدا کرنے سے نہیں روکا بلکہ خود فرمایا ہے کہ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ۔ یعنی عورتوں کے پاس اس لئے جاؤ کہ تمہاری نسل آگے چلے اور تمہاری یادگار قائم رہے۔ لیکن ساتھ ہی بتا دیا ہے کہ کھیتی کے متعلق خدا تعالیٰ کے جس قانون کی تم پابندی کرتے ہو۔ اُسی کو اولاد پیدا کرنے میں بھی مدّنظر رکھو۔ اگر عورت کی صحت مخدوش ہو یا بچہ کی پرورش اچھی طرح نہ ہوتی ہو تو اس وقت اولاد پیدا کرنے کے فعل کو روک دو''۔

اسی سلسلے میں حضور مزید فرماتے ہیں:

''جب تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی کی حیثیت رکھتی ہیں تو اب تمہارا اختیار ہے کہ جس طرح چاہو ان سے سلوک کرو۔ یعنی چاہو تو اس کھیتی کو تباہ کر لو اور چاہو تو اس سے ایسے فوائد حاصل کرو جن سے دنیا میں بھی تم نیک نامی حاصل کرو اور آخرت میں بھی اپنی روح کو خوش کرسکو۔ دنیا میں کوئی احمق زمیندار ہی ہوگا جو ناقص بیج استعمال کرے یا بیج ڈالنے کے بعد کھیتی کی نگرانی نہ کرے۔ اور اچھی فصل حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ مگر عورتوں کے معاملہ میں بالعموم اس اصول کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اور نہ تو جسمانی اور اخلاقی لحاظ سے بیج کی صحیح طور پر حفاظت کی جاتی ہے نہ عورت کی صحت اور اس کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور نہ بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کی جاتی ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مردوں کی صحت کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور عورت کی صحت بھی برباد ہوجاتی ہے۔ اور بچے بھی قوم کا مفید وجود ثابت نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بنی نوع انسان کو اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے...... کہ جس طرح تم اپنی کھیتی کی حفاظت کرتے ہو اور اعلیٰ درجہ کی فصل پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اسی طرح تمہارا فرض ہے کہ تم عورت کی بھی حفاظت کرو۔ اور آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر توجہ دو تا کہ تمہاری کھیتی سے ایسا روحانی غلہ پیدا ہو جو دنیا کے کام آئے اور انہیں ایک نئی زندگی بخشے''۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 505-504 البقرہ ایڈیشن 1986ء)

4۔ عائلی زندگی کا اسلامی تصوّر، پیار و محبّت کا ایسا گہوارہ ہے جس میں میاں بیوی نہ صرف ایک دوسرے کے لئے سکھ چین اور تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ بلکہ پورے معاشرہ کے لئے رحمت و رأفت کا پیغام ہوتے ہیں۔ ازدواجی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (الروم:22)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے ہیں تا کہ تم اُن کی طرف مائل ہو کر تسکین حاصل کرو۔ اور تمہارے درمیان (اس رشتہ کو) محبّت اور رحمت کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ فرمایا ہے کہ شادی کے بعد خاوند کو بیوی کی صورت میں اور بیوی کو خاوند کی شکل میں ایک رفیق حیات میسر آجاتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے تسکین قلب حاصل کرتے ہیں۔ پھر بعد میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ رشتہ تمہارے درمیان محبّت اور رحمت کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں ''تمہارے درمیان'' کے الفاظ سے صرف میاں بیوی ہی مراد نہیں بلکہ اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے مسلم معاشرہ بحیثیت مجموعی بھی مراد ہے۔ اور بتانا یہ مقصود ہے کہ اپنے موقع اور محل اور حیثیت کے لحاظ سے یہ رشتہ تمہارے درمیان تمہارے خاندانوں کے درمیان اور تمہاری قوموں اور قبائل کے درمیان محبّت اور رحمت کا باعث ہوتا ہے۔

انسان اگر اپنی منفی سوچ سے محبّت کو نفرت سے بدل لے اور اپنے بُرے اعمال سے اپنے لئے پریشانیاں پیدا کرلے تو الگ بات ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو رشتے بھی قائم کردیئے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ سے ہمارے گھروں اور معاشرہ میں محبّت اور رحمت کے سامان بھی پیدا فرما دیئے ہیں۔ اب ہر شخص اپنی بساط اور ظرف کے مطابق اِس خیروبرکت کا مورد بھی ہوسکتا ہے اور مظہر بھی۔

قوموں کے درمیان یہ ازدواجی رشتہ کس حد تک اور کس طرح محبّت اور خیرسگالی کے جذبات پیدا کرسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال سیرۃ نبوی ﷺ سے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اہلیہ حضرت ہاجرہ اہل مصر سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس رشتہ کا اس قدر لحاظ تھا کہ صحابہ کو نصیحت فرمائی کہ جب مصر فتح ہو تو اہل مصر سے حُسن و احسان کا سلوک کریں۔ اور یاد رکھیں کہ ہماری والدہ حضرت ہاجرہ اہل مصر میں سے تھیں۔

اہل مصر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹی کیا دی، دونوں جہان کے شہنشاہ کو اپنی محبت میں گرفتار کرلیا۔ اور یہ محبت اس قدر گہری تھی کہ نہ جغرافیائی حدود نے اس کو مدھم کیا اور نہ وقتی قیود نے اس کو ماند کیا۔ اور ہزاروں سال گزرنے کے باوجود حضور کو اہل مصر سے اپنے اس رشتہ کا اس قدر پاس تھا کہ ان کی تکلیف کے خیال سے بھی آپ بے چین ہوگئے۔

5۔ مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں خلاصۃً یہ کہا جاسکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں عائلی زندگی کے مقاصد چار ہیں:

اوّل۔ اِحصان، یعنی جسمانی، روحانی اور اخلاقی بیماریوں سے بچنا اور معاشرہ کو ان سے محفوظ رکھنا

دوم۔ نسل انسانی کی بقا۔ بہبود اور پرورش کرنا

سوم۔ زندگی کے سفر میں رفاقت اور تسکینِ قلب کے لئے کسی ساتھی کا مہیا کرنا

اور چہارم۔ مختلف خاندانوں، طبقوں اور قوموں کے درمیان رشتہ محبّت و رحمت استوار کرنا

اب اگر ذرا غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ سب اغراض و مقاصد نہ صرف جائز اور بالکل مناسب ہیں بلکہ نہایت درجہ پاکیزہ اور انسانی فطرت اور ضرورت کے عین مطابق ہیں۔ یہ مقاصد عائلی زندگی کے لئے ایک بہترین اور مضبوط ترین بنیاد مہیا کرتے ہیں اور اس کو بنی نوع انسان کے لئے ایک نعمت عظمیٰ بنا دیتے ہیں۔

انہیں آیات کی روشنی میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عائلی زندگی کے اسلامی تصوّر میں عیش وعشرت اور شہوت پرستی کی کوئی جگہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی شخص ان اغراض ومقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے جو اسلام اس سلسلہ میں عائد کرتا ہے اس راہ پر چل ہی سکتا ہے۔

6۔ آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کا موازنہ اُس تصور سے کر لیا جائے جو عائلی زندگی کے بارے میں مغربی معاشرہ میں پایا جاتا ہے۔

مغربی معاشرہ میں بنیادی طور پر عائلی زندگی کے بارے میں دو بڑے تصوّرات پائے جاتے ہیں۔ ایک مذہبی تصور ہے اور دوسرا غیر مذہبی۔ یعنی مذہبی روایات سے آزاد

A۔ مذہبی تصوّر عیسائیت کے اُن عقائد کا نتیجہ ہے جو بائبل کی تعلیم پر مبنی ہیں۔ اس تعلیم کے مطابق مرد خدا کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کی مدد اور تنہائی کو دور کرنے کے لئے پھر عورت پیدا کی گئی۔ شیطان کے ورغلانے پر عورت نے گناہ کیا جس میں بعد میں مرد بھی ملوث ہوا۔ اور پھر یہ گناہ مرد کی نسل میں پھیلتا چلا گیا۔ اس طرح وہ گناہ جو موروثی طور پر ساری نوع انسانی میں پھیلا۔ اُس کی اصل ذمہ داری عورت پر عائد کی جاتی ہے۔ اور عورت سے تعلق کو روحانی لحاظ سے نقصان دہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ازدواجی زندگی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

اس ضمن میں بائبل کی یہ آیات قابلِ غور ہیں:

I۔ ''عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے۔ بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ اس کے بعد حوّا اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔

(اتیمیتھس 2/11-14)

پھر لکھا ہے۔

II۔ ''......جو عورت بے سر ڈھکے دُعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے۔......البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہیے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے۔ مگر عورت مرد کا جلال ہے۔ اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی۔ پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔ (1۔ کرنتھیوں 11/5-11)

یہ آیات عیسائی تعلیم کی رُو سے مرد کے مقابل پر عورت کے مقام کا تعین کرتی ہیں۔ اب ہم عورت سے تعلق اور عائلی زندگی کے بارے میں بائبل کی تعلیم دیکھتے ہیں۔

مَردوں کے بارہ میں لکھا ہے:

''بے بیاہا شخص خداوند کی فکر میں رہتا ہے کہ کس

طرح خداوند کو راضی کرے۔مگر بیاہا ہوا شخص دنیا کی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو راضی کرے۔

چنانچہ مردوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ ’’مرد کے لئے اچھا ہے کہ وہ عورت کو نہ چھوئے‘‘۔(1۔کرنتھیوں 7/11)

اور غیر شادی شدہ مردوں اور بیواؤں کے حق میں ہدایت ہے کہ ’’ان کے لئے ایسا ہی رہنا اچھا ہے جیسا میں ہوں۔لیکن اگر ضبط نہ کر سکیں تو بیاہ کر لیں۔کیونکہ بیاہ کرنا مست ہونے سے بہتر ہے‘‘۔
(1۔کرنتھیوں 9-7/8)

عورتوں کو شادی کے بارے میں کہا گیا ہے:

’’......بیاہی اور بے بیاہی میں بھی فرق ہے۔بے بیاہی خداوند کی فکر میں رہتی ہے۔تا کہ اس کا جسم اور رُوح دونوں پاک ہوں۔مگر بیاہی ہوئی عورت دنیا کی فکر میں رہتی ہے کہ کس طرح اپنے شوہر کو راضی کرے‘‘۔(1۔کرنتھیوں 7/34)

چنانچہ کنواری کے لئے ہدایت ہے:

’’......جو اپنی کنواری لڑکی کو بیاہ دیتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں بیاہتا وہ بھی اچھا کرتا ہے‘‘۔

اور بیوہ کے لئے ہدایت ہے:

وہ جیسی ہے ویسی ہی اگر رہے تو میری رائے میں زیادہ خوش نصیب ہے۔(1۔کرنتھیوں 40-7/38)

مذکورہ بالا آیات سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ عائلی زندگی کا وہ تصوّر جو مغرب کے عیسائی طبقہ میں پایا جاتا ہے وہ ایک ادنیٰ، گھٹیا اور ناپاک زندگی کا تصوّر ہے۔ان کے نزدیک غیر شادی شدہ انسان جسم اور روح دونوں میں پاک ہوتا ہے اور خدا کی رضا اس کو حاصل ہوتی ہے اور ازدواجی زندگی محض بدکاری سے بہتر ہے ورنہ اس سے دُور رہنا ہی اچھا ہے بلکہ خوش نصیبی ہے۔

عائلی زندگی کے اِسی غلط اور غیر معقول تصوّر نے رہبانیت کو جنم دیا ہے۔جس میں لاکھوں مرد و عورت ہزاروں سال سے یہ عہد کر کے داخل ہوتے رہے ہیں کہ وہ تمام عمر شادی نہ کریں گے۔لیکن بہت کم ہیں جو یہ عہد نبھا سکے۔چونکہ ایسا عہد کرنا منشائے الٰہی اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ان راہبوں کی بھاری اکثریت جنسی جرائم میں مبتلا ہوگئی۔حالیہ اندازے کے مطابق صرف امریکہ میں ہی جنسی جرائم کے چار ہزار واقعات ایسے عیسائی منادوں کے خلاف درج ہیں اور جو درج نہیں ہوئے اُن کا اندازہ ہر کوئی کر سکتا ہے۔

اسلام ہر کام میں اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور رہبانیت جیسے انتہائی اقدام کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔حضرت مصلح موعودؓ امت مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’(اللہ تعالیٰ نے)تمہیں ایک ایسی امت بنایا ہے جو اپنے اعمال میں ایک وسطی رنگ رکھتی ہے۔نہ افراط کی طرف جھکنے والی ہے اور نہ تفریط کی طرف......اس لئے اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے تمام کاموں میں میانہ روی کی عادت ڈالنی چاہیے۔یہ نہیں کہ ایک ہی طرف کا ہو جائے اور دوسرے پہلوؤں کو نظرانداز کر دے۔اگر وہ ایک ہی طرف کا ہوجائے گا تو اُس کے طبعی جذبات جوش میں آ کر کناروں پر سے بہہ پڑیں گے۔مثلاً اگر وہ رہبانیت اختیار کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کے شہوانی جذبات کسی وقت اس کو بے قابو کر دیں گے اور وہ حلال طریق کو چھوڑ کر حرام میں مبتلا ہو جائے گا‘‘۔
(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 229-228 البقرہ ایڈیشن 1986ء)

دراصل بائبل کا یہ مفروضہ ہی غلط اور بے بنیاد ہے کہ شادی کے بغیر انسان خدا کی رضا کے لئے زیادہ فکرمند رہتا ہے اور جسمانی اور روحانی لحاظ سے وہ زیادہ پاک وصاف ہوتا ہے۔اگر یہ بات درست ہوتی تو مذہبی عبادت گاہوں میں زیادہ تعداد غیر شادی شدہ نوجوانوں کی ہوتی۔لیکن ہمارا روز مرّہ کا مشاہدہ اس کے برعکس ہے اور فطرتِ انسانی بھی اس کو جھٹلاتی ہے۔

سچی بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ طبعی قویٰ اور اعضاء کو موقع اور محل اور عقل وفہم کے تابع استعمال کرنا ہی اعلیٰ اخلاق ہے اور طبعی خواہشات اور ضروریات کو اعتدال میں رہتے ہوئے اور جائز طریقوں سے پورا کرنا ہی خدا تعالیٰ کی رضا کی راہ ہے۔اس کے علاوہ سب طور طریقے ہلاکت کی راہیں ہیں۔

B۔مغرب میں پایا جانے والا عائلی زندگی کا دوسرا تصور غیر مذہبی اور آزاد تصوّر ہے۔اس تصوّر کے حامل لوگ اپنی جنسی زندگی میں ہر قسم کی مذہبی حدود وقیود کے خلاف ہیں۔وہ باقاعدہ شادی کے رسم و رواج کے بھی قائل نہیں۔ان کی عائلی زندگی محض دوستی کی بنیاد پر اکٹھے رہنا ہے اور مقصد حیات ان کا جنسی تسکین اور شہوت پرستی ہوتا ہے۔اکثر ان میں سے بچے پیدا کرنا پسند نہیں کرتے۔کیونکہ یہ اُن کی عیش وعشرت میں حارج ہوتے ہیں۔منشیات کا استعمال اور جنسی امراض ان میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔عریانی اور سرِعام فحش حرکات اُن کی عادت ہے۔سچ تو یہ ہے کہ ان کے ہاں عائلی زندگی کا حقیقی تصوّر موجود ہی نہیں۔

بقیہ: جرمنی میں احمدیہ مشن کا احیائے نَو از صفحہ 37

اسی طرح شیخ صاحب نے قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کی نظر ثانی کا کام بھی عبداللہ کو بنے صاحب کے ساتھ مل کر شروع کیا۔یاد رہے کہ قرآن کریم کے جرمن ترجمہ کا ابتدائی کام 1945ء میں لندن سے حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے Berlitz کمپنی سے کروایا تھا جس پر نظر ثانی اور تصحیح کا کام مکرم شیخ ناصر احمد صاحب نے کیا۔اس میں عبداللہ کو بنے صاحب بھی مدد کرتے رہے۔(الفضل، 17 نومبر 1948ء ص5)

ان کے دوروں کی رپورٹس سے پتہ لگتا ہے کہ مبلغین نَو احمدیوں کو منظّم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو بعض بنیادی دینی مسائل جیسے نماز اور دیگر احکامات سکھانے کی کوشش کرتے رہے تا ایک مضبوط جماعت قائم ہو سکے۔

اب تک اس طرح 15 افراد پر مشتمل ایک جماعت ہمبرگ میں قائم ہو چکی تھی۔جرمنی میں جماعت کے مستقل قیام کو یقینی بنانے کے لیے اب ایک مبلغ کی تعیناتی ناگزیر ہو چکی تھی جس کے لیے کوششیں مزید تیز کر دی گئیں۔ (باقی آئندہ،ان شاءاللہ)

Wir sind alle DEUTSCHLAND

قسطِ ششم

جرمنی میں تبلیغِ اسلام

جرمنی کی سو فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی تحریک

خصوصی رپورٹ Plakataktion

معزز قارئین! سال 2023ء میں جماعتِ احمدیہ جرمنی کے قیام کو 100 سال پورے ہو رہے ہیں اس ضمن میں جماعت احمدیہ جرمنی کی مجلسِ شوریٰ 2014ء میں شعبہ تبلیغ کے تحت یہ تجویز منظور کی گئی کہ

''جرمنی کی سو فیصد آبادی تک اِسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا جائے''۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کی منظوری عطا فرمائی۔ لہٰذا تبلیغ جوبلی پروجیکٹ 2023 یا TP2023 خلیفۂ وقت کی منظوری کیساتھ شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ جرمنی کے تحت جرمنی کے کونے کونے میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کیلئے کوشاں ہے اور الحمدللہ گزشتہ قریباً پانچ سال سے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ حقیقی رنگ میں جرمنی کے ہر چھوٹے بڑے شہر، قصبے، گاؤں اور دیہات میں جماعت کا پیغام پہنچایا جائے۔ اس کام کو ان شاءاللہ تعالیٰ 2023ء تک مرحلہ وار مکمل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پہلے مرحلے میں جرمنی کے تمام علاقوں تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا جارہا ہے اور دوسرے مرحلے میں جرمنی کی 100فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی جائے گی، ان شاءاللہ

مسیح موعودؑ آ چکے ہیں (بل بورڈز)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سال 2019ء سے جوبلی تبلیغ پروجیکٹ کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہو چکا ہے جس کے ذریعے جرمنی کے تمام علاقوں اور سو فیصد آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے کی کوشش جاری ہے۔ اس مرحلے کے دوران تبلیغ پروجیکٹ کے تحت ہونے والی تبلیغی سرگرمیوں کی ایک اہم کڑی پوسٹرز اور (پلاکاٹ) بل بورڈز کے ذریعے اسلام احمدیت کو متعارف کروانا ہے۔ اور سال 2023ء تک جرمنی بھر کے 100 بڑے شہروں میں بل بورڈز ایکشن کیے جائیں گے۔ انشاءاللہ

جِن شہروں میں (پلاکاٹ) بِل بورڈز ایکشن کا اہتمام کیا جاتا ہے اِسی دوران اُس علاقے میں مندرجہ ذیل پروگرامز کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے تا کہ اسلام احمدیت کا پیغام ہر سطح پر اور ہر طریق سے پہنچا دیا جائے۔

شہر میں ایک پریس کانفرنس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس کا موضوع ''جرمنی ہم سب سے ہے'' یا ''اسلام کا احیاءِ نَو'' ہوتا ہے۔

اسی طرح (پَلاکاٹ) بِل بورڈز ایکشن کے آغاز سے لے کر آئندہ آنے والے کم از کم 4 ہفتوں کے دوران ٹیمیں تیار کرواکر شہر کے مختلف حصوں میں فلائرز ''جرمنی ہم سب سے ہے'' یا ''سچا نجات دہندہ'' تقسیم کئے جاتے ہیں اور اسی طرح مکمل ضلع میں بھی فلائرز تقسیم کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح بِل بورڈ ایکشن کے آغاز سے لے کر آئندہ آنے والے 4 ہفتوں کے دوران شہر میں تبلیغی اسٹینڈز بھی لگائے جاتے ہیں۔ تبلیغی اسٹینڈز کا ذکر پریس کانفرنس کے دوران بھی کیا جاتا ہے تا کہ یہ معلومات بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔

اسی طرح بِل بورڈ ایکشن کے دوران یا آئندہ

چند دِنوں میں شہر میں 2 تبلیغی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں اس علاقے کی معروف شخصیات، مقامی شہریوں اور سیاسی پارٹیوں کو دعوت دی جاتی ہے اور دعوت نامے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ یہ تبلیغی نشستیں ”مسیحا آچکا ہے“ اور ”عالمی بحران اور امن کا راستہ“ کے عناوین کے تحت منعقد کی جاتی ہیں۔

امسال یومِ مسیح موعودؑ کی مناسبت سے 17 تا 26 مارچ جرمنی کے مندرجہ ذیل 10 شہروں میں دس دِنوں تک بل بورڈز ایکشن کا اہتمام کیا گیا اور متعلقہ شہروں میں باقی پروگرامز یعنی (پریس کانفرنسز، فلائیر ایکشن، تبلیغی اسٹالز اور تبلیغی میٹنگز) کی تیاری بھی کی گئی تاہم وبائی مرض کورونا وائرس کی موجودہ صورتحال کے پیشِ نظر سوائے بل بورڈز ایکشن کے تمام پروگرامز کو ملتوی کرنا پڑا۔

No	City Name	No.of Billboards
1	Aalen	6
2	Luneburg	5
3	Offenbach	9
4	Dortmund	7
5	Kempton	6
6	Bremerhaven	4
7	Regensburg	6
8	Zwickau	6
9	Husum	4
10	Bad Kreuznach	5
Total	10	58

یہ بل بورڈز مندرجہ ذیل عناوین کے تحت تھے۔

”مسیح موعودؑ آچکے ہیں“ مع تصویر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

”زمین پر امن پھیلائیں“

”جو کوئی بھی ایک بیٹی کی اچھی طرح سے پرورش کرتا ہے اور اُسے اچھی تعلیم دیتا ہے وہ جنت کا حقدار ہے“

”دین میں کوئی جبر نہیں“

”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہترین سلوک کرے“

کمپنی کی طرف سے دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق نارمل حالات میں اِن (پلاکاٹ) بل بورڈز کے ذریعے تقریباً چھتیس لاکھ پانچ ہزار سات سو چار (3605704) افراد تک پیغام پہنچتا ہے تاہم کورونا وائرس کی وجہ سے موجودہ صورتحال میں کوئی حتمی اعداد و شمار نہیں دیئے جا سکتے۔

جیسا کہ موجودہ وبائی صورتحال کے پیشِ نظر بل بورڈ ایکشن کے ساتھ متعلقہ باقی پروگرامز کا انعقاد ممکن نہ رہا، تاہم شہر اوفن باخ (Offenbach) میں ایک ٹیلیفونک پریس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا یہ ٹیلیفونک پریس کانفرنس فرینکفرٹ کے مشہور اخبار (Frankfurter Rundschau) کے ساتھ ہوئی جس کا دورانیہ تقریباً نصف گھنٹہ تھا اور اس حوالے سے اِس اخبار نے مؤرخہ 23 مارچ 2020ء کو جماعت کے حوالے سے کافی بڑی اور مثبت خبر بھی شائع کی (الحمدللہ)۔ اِس اخبار کی تقریباً پانچ لاکھ ترانوے ہزار (593000) کاپیاں پرنٹ ہوتی ہیں اور اسی طرح یہ اخبار کافی بڑی تعداد میں آن لائن بھی پڑھا جاتا ہے۔

اسی طرح سوشل میڈیا (فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام) کے ذریعے بھی ایک مہم کی شکل میں تحریک چلائی گئی اور کوشش کی گئی کہ اسلام احمدیت کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جا سکے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اکثر شہروں کے بعض مقامات پر یہ بل بورڈز (جو کہ دس دِن کے لیے لگائے گئے تھے تقریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود) ابھی تک آویزاں ہیں اور اِن کے ذریعے اسلام احمدیت کا تعارف اور پیغام لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی میں برکت ڈالے اور ہر لحاظ سے ہماری تائید و نصرت فرمائے اور اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو کماحقہٗ بجالانے والا ہو۔ آمین

(ظفر احمد ناگی۔ نگران تبلیغ جوبلی پراجیکٹ 2023ء
شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ جرمنی)

"چارپائی اور کلچر" سے کچھ اقتباسات

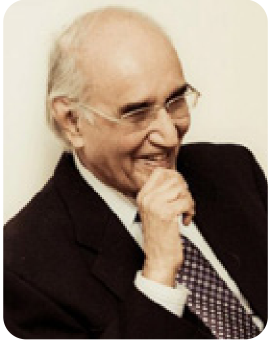

(مرسلہ: مکرم مدبر احمد خان صاحب)

چارپائی ایک ایسی خودکفیل تہذیب کی آخری نشانی ہے جو نئے تقاضوں اور ضرورتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نِت نئی چیزیں ایجاد کرنے کی قائل نہ تھی۔ بلکہ ایسے نازک مواقع پر پرانی چیزوں میں نئی خوبیاں دریافت کر کے مسکرا دیتی تھی۔ اس عہد کی رنگارنگ مجلسی زندگی کا تصور چارپائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کا خیال آتے ہی ذہن کے اُفق پر بہت سے سہانے منظر اُبھر آتے ہیں۔ اُجلی اُجلی ٹھنڈی چادریں، خس کے پنکھے، کچی مٹی کی سَن سَن کرتی کوری صراحیاں، چھِڑکاؤ سے بھیگی زمین کی سوندھی سوندھی لپٹ اور آم کے لدے پھندے درخت جن میں آموں کے بجائے لڑکے لٹکے رہتے ہیں اور ان کی چھاؤں میں جوان جسم کی طرح کسی کسائی ایک چارپائی جس پر دن بھر شطرنج کی بساط یا رَمی کی پھڑ جمی اور جو شام کو دسترخوان بچھا کر کھانے کی میز بنا لی گئی۔ ذرا غور سے دیکھیے تو یہ وہی چارپائی ہے جس کی سیڑھی بنا کر سگھڑ بیویاں مکڑی کے جالے اور چلبلے لڑکے چڑیوں کے گھونسلے اتارتے ہیں۔ اسی چارپائی کو وقتِ ضرورت پٹیوں سے باندھ کر اسٹریچر بنا لیتے ہیں اور بجوگ پڑ جائے تو انہی بانسوں سے ایک دوسرے کو اسٹریچر کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مریض جب کھاٹ سے لگ جائے تو تیماردار موخرالذکر کے وسط میں بڑا سا سوراخ کر کے اوّل الذکر کی مشکل آسان کر دیتے ہیں۔

غور کیجیے تو مباحثے اور مناظرے کے لیے چارپائی سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ اس کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ فریقین آمنے سامنے نہیں بلکہ عموماً اپنے حریف کی پیٹھ کا سہارا لے کر آرام سے بیٹھتے ہیں۔ اور بحث و تکرار کے لیے اس سے بہتر طرزِ نشست ممکن نہیں، کیوں کہ دیکھا گیا ہے کہ فریقین کو ایک دوسرے کی صورت نظر نہ آئے تو کبھی آپے سے باہر نہیں ہوتے۔ اسی بِنا پر میرا عرصے سے یہ خیال ہے کہ اگر بین الاقوامی مذاکرات گول میز پر نہ ہوئے ہوتے تو لاکھوں کی جانیں تلف ہونے سے بچ جاتیں۔ آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ لدی پھندی چارپائیوں پر لوگ پیٹ بھر کے اپنوں کی غیبت کرتے ہیں مگر دل بُرے نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ سبھی جانتے ہیں کہ غیبت اُسی کی ہوتی ہے جسے اپنا سمجھتے ہیں۔ اور کچھ یوں بھی ہے کہ ہمارے ہاں غیبت سے مقصود قطعِ محبّت ہے نہ گزارشِ احوالِ واقعی بلکہ محفل میں

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

رہا یہ سوال کہ ایک چارپائی پر بیک وقت کتنے آدمی بیٹھ سکتے ہیں تو گزارش ہے کہ چارپائی کی موجودگی میں ہم نے کسی کو کھڑے نہیں دیکھا۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ تنگ سے تنگ چارپائی پر بھی لوگ ایک دوسرے کی طرف پاؤں کیے اِاِکی شکل میں سوتے رہتے ہیں۔ اور نہ یہ کہ اس میں بڑی وسعت ہے بلکہ اتنی لچک بھی ہے کہ آپ جس آسن چاہیں بیٹھ اور لیٹ جائیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ بیٹھنے اور لیٹنے کی جو درمیانی صورتیں ہمارے ہاں صدیوں سے رائج ہیں ان کے لیے یہ خاص طور سے موزوں ہے۔ یورپین فرنیچر سے مجھے کوئی چڑ نہیں، لیکن اس کو کیا کیجیے کہ ایشیائی مزاج نیم خیزی اور نیم درازی کی جن آزادیوں اور آسائشوں کا عادی ہو چکا ہے، وہ اس میں میسّر نہیں آتیں۔ مثال کے طور پر صوفے پر ہم اکڑوں نہیں بیٹھ سکتے۔ کاؤچ پر دسترخوان نہیں بچھا سکتے۔ اسٹول پر قیلولہ نہیں کر سکتے۔ اور کرسی پر، بقول اخلاق احمد، اردو میں نہیں بیٹھ سکتے۔

ایشیا نے دنیا کو دو نعمتوں سے روشناس کیا۔ چائے اور چارپائی! اور ان میں یہ خاصیّت مشترک ہے کہ دونوں سردیوں میں گرمی اور گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتی ہیں۔

عربی میں اُونٹ کے اتنے نام ہیں کہ دور اندیش مولوی اپنے شاگردوں کو پاس ہونے کا یہ گر بتاتے ہیں کہ اگر کسی مشکل یا کڈھب لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو سمجھ لو کہ اس سے اُونٹ مراد ہے۔

اسی طرح اردو میں چارپائی کی جتنی قسمیں ہیں اس کی مثال اور کسی ترقی یافتہ زبان میں شاید ہی مل سکے۔

کھاٹ، کھٹّا، کھٹیا، کھٹولہ، اُڑن کھٹولہ، کھٹولی، کھٹ، چھپر کھٹ، کھرا، کھرسی، جھلنگا، پلنگ، پلنگڑی، ماچ، ماچی، ماچا، چارپائی، نواری، مسہری، منجی۔

یہ نامکمل فہرست صرف اردو کی وسعت ہی نہیں بلکہ چارپائی کی ہمہ گیری پر دال ہے اور ہمارے تمدّن میں اس کا مقام و مرتبہ متعیّن کرتی ہے۔ لیکن چارپائی کی سب سے خطرناک قسم وہ ہے جس کے بچے کھچے اور ٹوٹے ادھڑے بانوں میں اللہ کے برگزیدہ بندے محض اپنی قوتِ ایمان کے زور سے اٹکے رہتے ہیں۔ اس قسم کے جھلنگے کو بچے بطور جھولا، اور بڑے بوڑھے آلۂ تزکیۂ نفس کی طرح استعمال کرتے ہیں۔

چارپائی سے جو پُر اسرار آوازیں نکلتی ہیں، ان کا مرکز دریافت کرنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا کہ برسات کی اندھیری رات میں یہ کھوج لگانا کہ مینڈک کے ٹرّانے کی آواز کدھر سے آئی یا یہ تشخیص کرنا کہ آدھی رات کو بلبلاتے شیرخوار بچّے کے درد کہاں سے اُٹھ رہا ہے۔ چرچراتی ہوئی چارپائی کو میں نہ گُلِ نغمہ سمجھتا ہوں، نہ پردۂ ساز، نہ اپنی شکست کی آواز! درحقیقت یہ آواز چارپائی کا اعلانِ صحت ہے کیوں کہ اس کے ٹوٹتے ہی یہ بند ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک خودکار الارم کی حیثیت سے یہ شب بیداری اور سحر خیزی میں مدد دیتی ہے۔ بعض چارپائیاں اس قدر چُغل خور ہوتی ہیں کہ ذرا کروٹ بدلیں تو دوسری چارپائی والا کلمہ پڑھتا ہوا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ اگر پاؤں بھی سکیڑیں تو کتّے اتنے زور سے بھونکتے ہیں کی چوکیدار تک جاگ اٹھتے ہیں۔

("چراغ تلے" از مشتاق احمد یوسفی صفحہ 114-103)

حالات حاضرہ

عرفان احمد خان

ملکی و عالمی خبریں

جرمنی کے شہر میونسٹر میں قائم صوبائی عدالت عالیہ (OVG) کی جج Annette Kleinschnittgen نے میونسٹر کے ایک نواحی قصبہ میں جمعہ کے روز اذان دینے کی اجازت دے دی ہے۔ جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ ”ہر سماج کو یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے اپنے عقائد پر کس طرح عمل کرتے ہیں“۔

2018ء میں ایک مقامی عدالت نے مسیحی جوڑے کی شکایت پر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں اذان دینے پر پابندی لگادی تھی۔ مسیحی جوڑے کو اعتراض اذان کی وجہ سے شور پر نہیں بلکہ اذان میں استعمال ہونے والے الفاظ پر تھا کہ اذان کے الفاظ مسیحی عقائد کے خلاف ہیں۔

مسلمانوں کا موقف تھا کہ اذان کا تقابل کلیسا میں بجنے والی گھنٹی سے نہیں کیا جاسکتا۔ موذن کی اذان میں الفاظ کے ذریعہ عقائد کا اظہار کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ اذان سننے والے کو نماز میں شرکت کی تحریک ہوتی ہے۔ اذان کی اجازت بھی ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے روز دو منٹ کے لئے ہے۔ جس پر مقامی عدالت کی طرف سے لگائی جانے والی پابندی آج مذکورہ بالا عدالت نے ختم کر دی۔

جرمنی کی وفاقی لیبر کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا ہے کہ دارالحکومت برلن کے اسکولوں میں حجاب پہننے والی خواتین اساتذہ پر پابندی عائد کرنا غیر آئینی ہے۔ وفاقی عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ مذکورہ خاتون کے ساتھ ان کے مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کیا گیا۔ اصل میں یہ واقعہ ملازمت کے لئے دیئے جانے والے انٹرویو کے دوران پیش آیا تھا ان کو منتخب کرنے کے بعد کہا گیا کہ آپ کو حجاب پہن کر پڑھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس پابندی کو مسلم خاتون نے عدالت میں چیلنج کر دیا۔

برلن کے غیر جانبداری قانون کے مطابق کسی بھی سرکاری ملازم کو مذہبی کپڑے یا علامات پہننے پر پابندی ہے۔ اسی لئے برلن کے علاقے میں وہاں کے سکولوں میں مسلم خواتین اساتذہ کو حجاب پہننے کی اجازت نہیں ہے۔

مسلم خاتون یہ کیس برلن کی عدالت سے جیت گئی تھی لیکن برلن انتظامیہ نے اس کے خلاف وفاقی عدالت میں اپیل کی تھی۔ وفاقی عدالت نے برلن عدالت کا فیصلہ برقرار رکھا اور انتظامیہ کو ہدایت کی کہ مذکورہ استانی کو 6ہزار یورو ادا کئے جائیں۔ عدالت کے اس فیصلہ کے بعد بعض قانون سازوں نے برلن کے متنازعہ غیر جانبداری قانون میں تبدیلی کا مطالبہ کیا ہے۔

گذشتہ دنوں یونان کے جزیرہ LESBOS میں واقع پناہ گزین کیمپ موریا میں آگ لگ گئی تھی اور تمام خیمے جل کر راکھ ہوگئے تھے۔ تین ہزار افراد کی گنجائش کے اس کیمپ میں 12,800 پناہ گزین ٹھہرائے گئے تھے۔ جرمنی نے ان میں سے 408 خاندانوں کے 1500 افراد کو جرمنی میں آباد کرنے کی حامی بھری ہے۔ ان میں 150 وہ بچے بھی شامل ہوں گے جو والدین یا کسی سرپرست کے بغیر اس کیمپ میں رہائش پذیر ہیں۔

متاثرین سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے حقوق انسانی کی تنظیموں نے برلن، میونخ، کولون، لائپزگ میں مظاہرے کئے ان مظاہروں میں شامل ہونے والوں نے پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جن پر لکھا تھا کہ ہمارے پاس جگہ ہے۔ کسی کو پیچھے مت چھوڑیئے۔

جرمنی سے تعلق رکھنے والے آرچ بشپ Ludwig

Schick نے کہا ہے کہ اسلام کو جمہوریت سے متصادم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلامی قوانین مسلمانوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی ممالک سے باہر جائیں تو وہاں کی ریاست کے قوانین کو قبول کر کے ان کی پاسداری کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ مذہبی آزادی کی مخالفت کرنے والوں کا مقابلہ کیا جانا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حکومت، معاشرے اور چرچ کو ڈٹ جانا چاہیے۔ وہ لوگ جو ووٹ حاصل کرنے کے لئے نفرت اور خوف پھیلاتے ہیں۔ وہ انسانوں کے درمیان نفرت کا بیج بو کر جرمنی کی مضبوط ریاست کے اصولوں کو پامال کر رہے ہیں۔

Ludwig Schick جرمن بشپس کانفرنس کے ورلڈ چرچ کمیشن کے چیئرمین بھی ہیں، نے ان خیالات کا اظہار اپنی نئی کتاب GlaubensFreude میں کیا ہے۔

جرمنی سیکیورٹی حکام نے گذشتہ دنوں شمال مغربی صوبہ Nordrhein-Westfalen کے مختلف علاقوں میں گھروں اور دفاتر پر چھاپے مار کر دائیں بازو کے انتہا پسندانہ خیالات رکھنے والے 30 پولیس اہلکاروں کے خلاف تفتیش شروع کر دی ہے۔ ان کے فون اور دیگر الیکٹرانک سامان اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حکام کے مطابق ان پولیس اہلکاروں کے موبائل فون اور دیگر آلات سے نیونازی نظریات اور نسلی نفرت کے پرچار سے متعلق قابل گرفت مواد ملا ہے۔

صوبہ کے وزیر داخلہ کے مطابق یہ مواد 5 واٹس ایپ گروپ میں 2013-2015ء کے درمیان پھیلایا گیا۔ اس میں 126 تصاویر شامل ہیں۔ جن میں ایڈولف ہٹلر کے فوٹوز کے علاوہ ایک تصوراتی منظر بھی شامل ہے۔ جس میں پناہ گزین انسانوں کو گیس چیمبر میں موت کے گھاٹ اتارنے کا منظر بھی دکھایا گیا ہے۔ ان پولیس اہل کاروں کو معطل کر دیا گیا ہے اور انہیں مقدمات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

صوبائی وزیر داخلہ نے کہا کہ پولیس فورس میں دائیں بازو کے انتہا پسند نیونازیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ جرمن پولیس یونین نے بھی کہا ہے کہ پولیس کا کام غیر جانبدار رہنا اور ہمیشہ لبرل جمہوری اقدار کے تحت اپنا کام کرنا ہے۔

امریکن سپریم کورٹ کی جج Ruth Bader Ginsburg مؤرخہ 18 ستمبر 2020ء کو بعمر 87 سال وفات پا گئیں۔ وہ 15 مارچ 1933ء کو Brooklyn میں پیدا ہوئیں تھیں۔ انہیں 10 اگست 1993ء کو سابق صدر بل کلنٹن نے امریکن سپریم کورٹ کا جج مقرر کر کے سینٹ سے منظوری حاصل کی تھی۔ وہ امریکی معاشرے سے جڑے کئی اہم معاملات کے تاریخی فیصلوں میں شریک رہیں۔ ان میں خاص طور پر عوامی، معاشی مسائل اسقاط حمل اور ہم جنس پرستوں کی عائلی زندگی جیسے معاملات نمایاں ہیں۔ ان کو امریکہ میں خواتین کے حقوق کے لئے آواز اُٹھانے والوں کا چیمپیئن بھی قرار دیا گیا۔

اگرچہ کورونا کے خلاف کوئی مؤثر دوا تو اب تک دریافت نہیں ہوئی لیکن ڈاکٹروں، ماہرینِ صحت اور میڈیکل اسٹاف کی اکثریت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ ذہنی دباؤ اور تناؤ کی کیفیت سے نکلنے میں قہقہے لگانا بہت اہم ہے۔ یونیورسٹی آف میری لینڈ سے منسلک ماہر امراضِ قلب ڈاکٹر مائیکل ملر کہتے ہیں کہ موجودہ پریشان کُن حالات میں ہنسی مزاح نا اُمیدی سے نکلنے کا اہم ہتھیار ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے 'نیویارک ٹائمز' اخبار کو بتایا کہ بڑھتی ہوئی ذہنی کشیدگی دل کے دورے جیسی صورتِ حال پیدا کرتی ہے جب کہ حسِ مزاح کا ہونا تناؤ اور ذہنی دباؤ کی کیفیت کو کم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اُن کے بقول ہنسی مزاح تناؤ کی کیفیت کو کم کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹر ملر کا کہنا ہے کہ طبی سطح پر بیان کیا جائے تو قہقہے انسانی جسم میں نائٹرک آکسائیڈ پیدا کرتے ہیں۔ ان کے بقول یہ ایک ایسا کیمیائی مادہ ہے جو بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے اور خون کو جمنے سے روکتا ہے۔

'نیویارک ٹائمز' کے مطابق اگرچہ ہنسی مزاح کے انسانی صحت پر دیرپا اثرات کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن یونیورسٹی کالج لندن کی ماہر دماغی امراض سوفی اسکاٹ کہتی ہیں کہ ہنسی اور قہقہے انسانی جسم میں ذہنی کشیدگی پیدا کرنے والے ہارمون کورٹیسول اور ایڈرینالین کو کم کر دیتے ہیں۔ (بشکریہ: وائس آف امریکہ اردو)

بابرگ و بار ہوویں

مکرم ومحترم ملک سکندر حیات صاحب نیشنل سیکرٹری وقف جدید جرمنی لکھتے ہیں کہ ان کے بیٹے عزیزم اویس احمد ملک متعلم جامعہ احمدیہ درجہ شاہد کے نکاح کا اعلان مکرم نفیس احمد عتیق صاحب مربی سلسلہ و نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ جرمنی نے مؤرخہ 12 ستمبر 2020ء کو چار ہزار یورو حق مہر پر عزیزہ عائشہ جری اللہ صاحبہ بنت شعیب جری اللہ صاحب آف Dreieich کے ساتھ 'مسجد سبحان' Mörfelden-Walldorf میں کیا۔ عزیزم اویس احمد ملک، ملک الف خان صاحب کھوکھر غربی گجرات کے پوتے اور چوہدری عطاء اللہ فاضل سابق مربی سلسلہ فرانس کے نواسے ہیں۔ جبکہ عزیزہ عائشہ جری اللہ صاحبہ چوہدری عطاء اللہ کاہلوں مبلغ سلسلہ کی پوتی اور چوہدری عبدالمالک صاحب مبلغ انڈونیشیا کی نواسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رشتے کو دونوں خاندانوں کے لیے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

قارئین کی آراء

مکرم مرزا نصیر احمد صاحب چٹھی مسیح حال لندن تحریر کرتے ہیں: ستمبر کا شمارہ ملا، بہت ہی مفید علمی اور روح افزا ایمان افروز مضامین اور واقعات سے پُر ہے۔ اللہ قبول فرمائے برکتوں سے نوازے اور کردے زورِ قلم اور زیادہ، آمین۔ اس شمارہ میں آپ نے جرمنی میں مدفون مُوصیان کی فہرست شائع کر کے کمال کر دیا ہے۔ یہ بہت ہی اچھا ریکارڈ ہے جو محفوظ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب مُوصیان اور دیگر تمام مدفونین جرمنی کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

مکرم مقصود الحق صاحب۔ یو کے لکھتے ہیں: ستمبر 2020ء کے شمارہ میں ضیاء الحق شمس مرحوم کی انمٹ یادوں کا تذکرہ بہت اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

Basra Asian Food

Since 2001

Hauslieferung

100% HALAL

تازہ حلال گوشت

Cash & Carry

GÜLTIG BIS ZUM 30.11.2020

وقت اور پیسہ دونوں بچائیں ۔گھر بیٹھے ہم سے گروسری منگوائیں ۔

Wir bieten Ihnen typische Asia Spezialitäten aus asiatischen Ländern wie Pakistan, Indien, Afghanistan, Iran, Thailand...

Genießen Sie Grosshandel Preise im Einzelhandel

TOP ANGEBOT

Shezan · Shan · Lipton · National · Haldiram's · Rubicon · TRS · KTC

1Kg 3,99€ تازہ سبزیاں

TRS CHANNA DAAL, MASOOR DAAL	2KG 3,89€
KALA CHANA, CHEAKPEAS	2KG 3,89€
ELEPHANT CHAPATI ATTA	10KG 5,99€
BASRA CHAPATI ATTA	10KG 5,49€
HEER EXTRA LONG BASMATI REIS	20KG 36,99€
SHAN MASSALA	0,69€
FRESH SWEETS	2,49€
ARS ALMOND CAKE RUSK	750G 3.99€
SHEZAN MANGO JUICE	36X250G 9.99€

www.basraasianfood.de

BESTELLEN SIE ONLINE LANDESWEITE LIEFERUNGEN

BESUCHEN SIE UNSEREN SHOP MONTAG BIS SAMSTAG VON 0900 - 2000 UHR

KONTAKTIEREN SIE UNS

BESTELLSERVICE PER WHATSAPP

BASRA ASIAN FOOD
KALBACHER HAUPTSTRAßE 12
60437 FRANKFURT AM MAIN

TEL: 0176 434 504 10
SHOP: 0157 516 358 94

پاکستان میں احمدیہ مسلم جماعت پر 2020ء کے دوران مظالم

- جنوری: روزنامہ الفضل آن لائن پر پابندی
- فروری: کھڑاپار (ضلع قصور) کی احمدیہ مسجد احمدیوں سے چھین لی گئی۔
- ضلع خوشاب میں احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔
- اپریل: احمدی خاتون پر جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔
- ایم ٹی اے کی کیبل نشریات پر پابندی لگادی گئی۔
- پنجاب اسمبلی نے ختم نبوت پر جماعت مخالف قرارداد پاس کی گئی۔
- مئی: ایک احمدی پر جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔
- جون: نواں کوٹ، ضلع شیخوپورہ میں احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔
- سندھ اسمبلی میں ختم نبوت پر جماعت مخالف قرارداد پاس کی گئی۔
- دو احمدیوں پر جھوٹا مقدمہ
- جولائی: پیدائشی احمدی کا پشاور ہائی کورٹ میں قتل۔
- راجن پور میں احمدیہ اسکول بند کر دیا گیا۔
- ترگڑی ضلع گوجرانوالہ میں احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔
- پنجاب اسمبلی میں ”تحفظ بنیاد اسلام“ کے نام سے قرارداد پاس کی گئی۔
- اگست: پشاور میں احمدی کو شہید کر دیا گیا۔
- لالہ موسیٰ میں احمدی پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔
- چونڈہ، ضلع سیالکوٹ میں احمدی پر جھوٹا مقدمہ۔
- قومی اسمبلی نے ختم نبوت پر جماعت مخالف قرارداد پاس کی گئی۔
- عید پر قربانی کی وجہ سے پیر محل، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک احمدی گرفتار کر لیا گیا۔
- اکتوبر: مانگٹانوالا ضلع ننکانہ صاحب میں تین احمدیوں پر شعار اسلامی استعمال کرنے اور اپنے مکان کو بطور مسجد استعمال کرنے کے الزام میں مقدمہ زیرِ دفعہ 298B&C قائم کیا گیا جنہیں عدالت عالیہ لاہور کی ضمانتیں مسترد ہونے کے بعد گرفتار کر لیا گیا۔
- پشاور میں ایک احمدی پروفیسر کو شہید کر دیا گیا۔

(رپورٹ شعبہ امورِ خارجیہ جرمنی)

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA
VOL 21 | ISSUE 10 | OCTOBER 2020
ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir